ماہنامہ

احمدیہ گزٹ کینیڈا

دسمبر 2020ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کثرت سے درود شریف پڑھنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی رنگ میں درود پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس درود کی وجہ سے ہم جہاں خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے ہوں وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ہمیشہ ترقی کرتے چلے جانے والے بھی ہوں اور آپؐ کی شریعت کے پھیلانے کے کام میں اپنی صلاحیتوں کو صرف کرنے والے ہوں۔ آپؐ کی تعلیم کے مطابق دنیا سے فتنہ وفساد کو ختم کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 جنوری 2015ء مطبوعہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 6 فروری 2015 صفحہ 9)

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ماہنامہ احمدیہ گزٹ کینیڈا

جماعت احمدیہ کینیڈا کا تعلیمی، تربیتی اور دینی مجلّہ

دسمبر 2020ء　جلد نمبر 49　شمارہ 12

نگران

ملک لال خاں

امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

مدیر اعلیٰ

مولانا ہادی علی چوہدری

مدیران

ہدایت اللہ ہادیؔ اور عثمان شاہدؔ

معاون مدیران

حافظ رانا منظور احمد اور شفیق اللہ

نمائندہ خصوصی

محمد اکرم یوسف

معاونین

مسعود ناصر، فوزیہ بٹ، غلام احمد عابدؔ

تزئین و زیبائش

شفیق اللہ

مینیجر

مبشر احمد خالدؔ

رابطہ

editor@ahmadiyyagazette.ca

Tel: 905-303-4000 ext. 2241

www.ahmadiyyagazette.ca

فہرست مضامین

★ قرآن مجید	2
★ حدیث النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	2
★ ارشادات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام	3
★ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطباتِ جمعہ کے خلاصہ جات	4
★ دعوت الی اللہ میں حکمت کے تقاضے　از شعبہ تبلیغ جماعت احمدیہ کینیڈا	12
★ ہمارے دل سے ایسا درد نکلے جو عرش تک پہنچے　از حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ	13
★ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بحیثیت منصف اعظم　از مکرم مولانا محمد کلیم خاں صاحب	14
★ حُسن روحانی میں سکونِ قلب　از مکرم ڈاکٹر الطاف قدیر صاحب	18
★ میرا گھر، میری جنت　از محترمہ عابدہ اقبال صاحبہ	21
★ صحیح نماز ادا کرنے کا طریق　از شعبہ تربیت جماعت احمدیہ کینیڈا	23
★ برتھ ڈے یا ڈے آف ریمائنڈر　از مکرم خالد محمود شرما صاحب	24
★ استاذی المحترم پروفیسر چوہدری محمد علی مضطر عارفی: چند یادیں، چند باتیں　از ہدایت اللہ ہادی	26
★ کیمبرج انٹاریو کی مسجد بیت الکریم کے لئے مربی سلسلہ کا تقرر اور مقامی میڈیا　از محمد اکرم یوسف	31
★ جماعت احمدیہ کینیڈا کے ایک نہایت مخلص اور فدائی خادم سلسلہ مکرم کمانڈر (ر) چوہدری محمد اسلم صاحب وفات پاگئے	32
★ بعض دیگر مضامین اور منظوم کلام اور اعلانات	34

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَ یُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْاصَلُّوْاعَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً O

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب سلام بھیجو۔☆

(سورۃ الاحزاب 57:33)

☆ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس آیت کریمہ کے بارہ میں فرماتے ہیں:

''اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرمؐ کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف یا اوصاف کی تحدید کرنے کے لئے کوئی لفظ خاص نہ فرمایا۔ لفظ تو مل سکتے تھے لیکن خود استعمال نہ کئے یعنی آپؐ کے اعمال صالحہ کی تعریف، تحدید سے بیروں تھی۔ اس قسم کی آیت کسی اور نبی کی شان میں استعمال نہ کی۔ آپؐ کی روح میں وہ صدق و وفا تھا اور آپؐ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے یہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکر گزاری کے طور پر درود بھیجیں۔''

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ جلد اول، صفحہ 24، مطبوعہ ربوہ)

درود شریف

(912) عَنْ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا

(صحیح مسلم. کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبیؐ، جلد2)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

(98) عَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: خَرَجَ عَلَیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ عَلِمْنَا کَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْکَ فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ ؟قَالَ: قُوْلُوْا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ .

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ .

(صحیح مسلم. کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ علی النبی ، صحیح بخاری بحوالہ حدیقۃ الصالحین، صفحہ 142)

حضرت کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ آپؐ پر سلام کس طرح بھیجا جائے لیکن یہ پتہ نہیں کہ آپؐ پر درود کیسے بھیجیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم مجھ پر اس طرح درود بھیجا کرو۔

اے ہمارے اللہ! تو محمدؐ اور محمدؐ کی آل پر درود بھیج جس طرح تو نے ابراہیمؑ پر اور ابراہیمؑ کی آل پر درود بھیجا۔ تو حمد والا اور بزرگی والا ہے۔ اے ہمارے اللہ! تو محمدؐ اور محمدؐ کی آل کو برکت عطا کر جس طرح تو نے ابراہیمؑ پر اور ابراہیمؑ کی آل کو برکت عطا کی۔ تو حمد والا اور بزرگی والا ہے۔

ارشادات سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

خود اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں

’’یہ زمانہ کیسا مبارک زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان پُر آشوب دنوں میں محض اپنے فضل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے اظہار کے لئے یہ مبارک ارادہ فرمایا کہ غیب سے اسلام کی نصرت کا انتظام فرمایا اور ایک سلسلے کو قائم کیا۔ میں ان لوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں جو اپنے دل میں اسلام کے لئے ایک درد رکھتے ہیں اور اس کی عزت اور وقعت اُن کے دلوں میں ہے وہ بتائیں کہ کیا کوئی زمانہ اس زمانہ سے بڑھ کر اسلام پر گزرا ہے جس میں اس قدر سبّ وشتم اور توہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کی گئی ہو اور قرآن شریف کی ہتک ہوتی ہو؟ پھر مجھے مسلمانوں کی حالت پر سخت افسوس اور دلی رنج ہوتا ہے اور بعض وقت میں اس درد سے بیقرار ہو جاتا ہوں کہ ان میں اتنی حِس بھی باقی نہ رہی کہ اس بے عزتی کو محسوس کر لیں۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ بھی عزت اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھی جو اس قدر سبّ وشتم پر بھی وہ کوئی آسمانی سلسلہ قائم نہ کرتا۔ اور ان مخالفین اسلام کے منہ بند کر کے آپ کی عظمت اور پاکیزگی کو دنیا میں پھیلاتا۔ جب کہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں تو اس توہین کے وقت اس صلوٰۃ کا اظہار کس قدر ضروری ہے اور اس کا ظہور اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے کی صورت میں کیا ہے۔ مجھے بھیجا گیا ہے تا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر قائم کروں اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دنیا کو دکھاؤں۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 13-14۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے

ارشاد فرمودہ خطباتِ جمعہ کے خلاصہ جات

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 02 اکتوبر 2020ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 02 اکتوبر 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یو کے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

بدری صحابہؓ کے ذکر میں جن صحابی کا ذکر ہوگا وہ ہیں حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپؓ کا نام عامر بن عبداللہ تھا اور آپؓ کا تعلق قریش کے خاندان بنو حارث بن فہر سے تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دراز قامت، چھدری داڑھی اور دبلے پتلے جسم کے مالک تھے۔ سامنے کے دو دانت غزوہ احد کے موقع پر رسولِ خدا ﷺ کے رخسار میں پھنسے خود کو نکالتے ہوئے ٹوٹ گئے تھے۔ عشرہ مبشرہ میں شامل حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعدد شادیاں کی تھیں۔ آپؓ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ سے مسلمانوں کے دارارقم میں پناہ گزیں ہونے سے پیشتر نویں نمبر پر اسلام قبول کیا تھا۔ یمن یا نجران سے آئے ہوئے وفد نے جب دین سیکھنے کے لئے کسی شخص کو بھجوانے کی درخواست کی تو آنحضور ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ تھام کر فرمایا ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور میری امت کے امین حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب آنحضور ﷺ کے متعلق پوچھا گیا کہ آپؐ کو اپنے اصحابؓ میں سب سے زیادہ کون محبوب تھا یا آپؐ اپنے بعد کسے جانشین بناتے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا۔

قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات کے وقت فرمایا کہ اگر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ ہوتے تو میں انہیں خلیفہ نامزد کرتا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو آپؓ کے والد نے انہیں بہت تکالیف پہنچائیں۔ آپؓ نے حبشہ ہجرت بھی کی۔ اسی طرح جب آپؓ مدینے پہنچے تو رسولِ کریم ﷺ کا چہرہ انہیں دیکھ کر تمتما اٹھا۔ آپؓ کی مؤاخات حضرت سالم، حضرت محمد بن مسلمہ یا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ قائم ہوئی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگِ بدر سمیت تمام غزوات میں شرکت کی۔ جنگِ بدر میں آپؓ کا باپ عبداللہ کفار کی طرف سے شریک تھا اور دورانِ جنگ مسلسل آپؓ کو نشانہ بنانے کی کوشش میں تھا۔ جب آپؓ نے دیکھا کہ ان کا باپ صرف توحید پر قائم ہونے کی وجہ سے کسی طور پر اُن کا پیچھا نہیں چھوڑ رہا تو جذبۂ توحید نسبی تعلق پر غالب آیا اور آپؓ نے اپنے باپ کو قتل کردیا۔ غزوہ احد میں پتھر لگنے سے خود کی دو کڑیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک میں پیوست ہوگئیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف بھاگا تو دیکھا کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر تیزی سے آنحضور ﷺ کی طرف بھاگ رہے تھے جیسے اڑ رہے ہوں۔ پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ دونوں کڑیاں اپنے دانتوں سے کھینچ کر نکالیں جس کی وجہ سے آپؓ کے دونوں دانت ٹوٹ گئے۔ صلح حدیبیہ ذوالقعدہ 6 ہجری میں صلح نامے پر دستخط کرنے والے معزز مسلمانوں میں آپؓ بھی شامل تھے۔ رسولِ کریم ﷺ نے آپؓ کو متعدد سرایا کے لئے بھجوایا۔ ربیع الآخر 6 ہجری، سریہ ذوالقصہ میں جب حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام دس ساتھیوں کو بنو ثعلبہ نے اپنی طرف سے شہید کردیا تو ایک مسلمان کے ذریعے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے۔ آپؐ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقام اور مدینے پر حملے کے خطرے کے پیشِ نظر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمان میں چالیس مستعد صحابہؓ کی جماعت روانہ فرمائی۔ آپؓ اس سریے میں کامیاب لوٹے۔

7 یا 8 ہجری میں سریہ ذات السلاسل کے موقع پر بنو قضاعہ کی طرف حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سربراہی میں تین سو صحابہؓ کو روانہ کیا گیا۔ دشمن کی تعداد زیادہ ہونے کی اطلاع ملنے پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سربراہی میں مزید کمک بھجوائی گئی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواہش پر لشکر کی امارت انہیں کرنے دی اور کوئی اختلاف نہیں کیا۔ اس سریے میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اطاعت کی کیفیت کا علم جب رسول اللہ ﷺ کو ہوا تو آپؐ نے فرمایا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اللہ کی رحمت ہو۔

سریہ سیف البحر 8 ہجری میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر کرکے تین سو سواروں کے ساتھ بنو جہینہ کی طرف روانہ کیا گیا۔ یہ سریہ قریش کے تجارتی قافلے کی نگرانی کی غرض سے تھا، جنگ مقصود نہ تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم آدھا مہینہ سمندر کے کنارے رہے اور سخت بھوک کے باعث ہم نے درختوں کے پتے کھا کر گزارا کیا۔ ایسے میں سمندر نے عنبر نامی ایک بہت بڑا جانور ساحل پر اگل دیا۔ ہم آدھا مہینہ اس کا گوشت کھاتے رہے۔ جب ہم مدینے واپس پہنچے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تمام حال بیان کیا تو آپؐ نے اس مچھلی کے ذکر پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری حالت دیکھ کر تمہارے لئے رزق نکالا تھا۔ اگر اس میں سے کچھ ہمراہ لائے ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ اس پر اُن میں سے کسی نے آپؐ کو ایک حصہ دیا اور آپؐ نے اس کو کھایا۔

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سریے کے متعلق اپنی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ مہم صلح حدیبیہ کے بعد پیش آئی تھی، جس میں کسی سے جنگ مقصود نہ تھی۔ آنحضرت ﷺ نے دُور اندیشی سے کام لیتے ہوئے بطور احتیاط قافلے کے راستے میں چوکی قائم کرنے کے لئے یہ دستہ روانہ فرمایا تھا تا کہ شام سے آنے والے تجارتی قافلے سے تعرض نہ ہو اور یوں صلح کے معاہدے

کے بعد قریش کو نقضِ معاہدہ کا کوئی بہانہ نہ مل جائے۔

فتح مکہ کے موقعے پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیادہ لوگوں اور وادی کے نشیب کا سردار بنایا تھا۔

ایک موقعے پر آپؓ بحرین کے علاقے سے جزیہ لے کر واپس آئے تو لوگوں کو علم ہو گیا اور نمازِ فجر سب نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ادا کی۔ نماز کے بعد آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا لگتا ہے تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ لائے ہیں۔ فرمایا میں تمہارے متعلق محتاجی سے نہیں ڈرتا بلکہ دنیا کی کشادگی اور حرص سے ڈرتا ہوں۔

حضورِانور نے فرمایا پس یہ تنبیہ ہے جو ہر ایک کو اپنے سامنے رکھنی چاہئے۔ اس کو پیشِ نظر نہ رکھنے کی وجہ سے پیسے والے مسلمان اور لیڈر لالچ میں پیش پیش ہیں۔ ہمیں اس لحاظ سے اپنی حالتوں کا ہمیشہ جائزہ لیتے رہنا چاہئے۔

دس ہجری، حجۃ الوداع کے موقعے پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے فوراً بعد خلافت کے متعلق انصار اور مہاجرین میں اختلاف ہوا۔ انصار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پر جمع ہوئے اور ان کی رائے تھی کہ انصار و مہاجرین ہر دو گروہ سے ایک ایک امیر ہونا چاہئے۔ مہاجرین کی طرف سے اس موقعے پر حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس موقعے پر تقریر کرنا چاہتا تھا کیونکہ مجھے ڈر تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ویسی بات نہ کہہ سکیں گے جیسے میں نے تیاری کی ہے۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقعے پر ایسی شاندار اور فصیح تقریر کی جو تمام تقاریر سے بڑھ کر تھی۔ فرمایا کہ ہم یعنی مہاجرین امیر ہیں اور تم یعنی انصار وزیر ہو۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے کسی ایک کی بیعت کرلو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نہیں! ہم تو آپؓ کی بیعت کریں گے کیونکہ آپؓ ہمارے سردار، ہم سب سے بہتر اور رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی اور اس کے بعد سب لوگوں نے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرلی۔ بہرحال حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مقام تھا کہ خلافت کے لئے آپؓ کا نام تجویز فرمایا۔ خلافت کے بارے میں بحث میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انصار سے فرمایا کہ تم تو وہ ہو جنہوں نے سب سے پہلے مدد کی تھی کہیں ایسا نہ ہو کہ اب تم ہی سب سے پہلے اختلاف پیدا کرنے والے ہو جاؤ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں بیت المال کا کام حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمے لگایا۔ 13 ہجری میں شام کی طرف آپ کو امیر لشکر بنا کر بھجوایا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بطور سپہ سالار معزول فرمایا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپہ سالار مقرر فرمایا۔ رومیوں کے خلاف لڑائی میں کئی اطراف سے لشکر کشی کی گئی تو آپؓ حمص کی طرف بڑھنے والے چوتھے دستے کے قائد تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب سب لشکر ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سپہ سالار ہوں۔

جنگِ اجنادین جمادی الاول 13 ہجری میں رومیوں کی ایک لاکھ فوج کے مقابل پر مسلمانوں کی تعداد پینتیس ہزار تھی۔ اس جنگ میں بھی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دستے کے سالار تھے۔ دمشق کی فتح کے بعد معرکہ فحل کے موقعے پر رومی فوج نے صلح کی غرض سے اپنے سفیر کو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھجوایا تو اس نے آپؓ کو سپاہیوں اور ماتحتوں کے ساتھ بیٹھے دیکھا۔ سفیر نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس جانے کے عوض خوب لالچ دیا لیکن آپؓ نے انکار کر دیا۔

اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید پیش قدمی کرتے ہوئے لاذقیہ کا محاصرہ کیا۔ یہ مقام حفاظتی انتظامات کے لحاظ سے بہت مستحکم تھا۔ آپؓ نے خاص حسنِ تدبیر سے اس مقام کو فتح کیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آئندہ جاری رہے گا۔

خطبے کے آخر میں حضورِانور نے پاکستان کے احمدیوں کے لئے دعا کی تحریک فرمائی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ انہیں مولویوں اور حکومتی اہل کاروں کے شر سے محفوظ رکھے۔ قانون کے محافظ، قانون کی دھجیاں اڑا رہے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید اس طرح انہیں سیاسی استحکام مل جائے گا۔ لیکن یہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ یہی چیز ان کی تباہی کا ذریعہ بنے گی۔ اللہ کرے کہ اُس کی مدد اور نصرت جلد آئے اور وہاں کے احمدی ان مشکلات سے جلد چھٹکارا پاسکیں۔ آمین

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 09 اکتوبر 2020ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 09 اکتوبر 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ خطبے میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا آج اس کا بقیہ حصہ بیان ہو گا۔ شام میں سب سے بڑا معرکہ 15 ہجری میں دریائے یرموک کے کنارے پیش آیا۔ اس جنگ میں رومیوں کی تعداد اڑھائی لاکھ جب کہ مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار کے قریب تھی جن میں سے ایک ہزار صحابہ رسول اللہ ﷺ اور ایک سو کے قریب بدری صحابہؓ تھے۔ مسلمانوں نے حکمتِ عملی کے تحت عارضی طور پر حمص کے علاقوں سے اپنی فوجوں کو واپس بلایا اور وہاں کی عیسائی آبادی سے وصول شدہ لاکھوں کا ٹیکس واپس کر دیا۔

مسلمانوں کی انصاف پسندی کا ان عیسائیوں پر بہت اثر ہوا۔ دوسری طرف مسلمانوں کے حمص سے پیچھے ہٹنے کی وجہ سے رومیوں کی ہمت اور بھی بڑھ گئی۔ جنگ سے پیشتر رومیوں کے سپہ سالار باہان نے جارج نامی نے ایک قاصد کو مسلمانوں کی طرف بھجوایا جس نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چند سوالات کئے۔ اس کے استفسار پر جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ بیان کیا تو وہ قاصد پکار اٹھا کہ مسیح علیہ السلام کے یہی اوصاف ہیں اور یوں وہ مسلمان ہو گیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اوّلاً عیسائی لشکر کو دعوتِ اسلام دی اور ان کے انکار پر جنگ کی تیاری شروع کی گئی۔ لشکرِ اسلام میں مجاہدین کو پانی پلانے اور زخمیوں کی دیکھ بھال کے لئے مسلمان خواتین بھی شامل تھیں۔ جنگ سے پیشتر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں اور مردوں کو نصائح فرمائیں۔ دشمن کے لشکر کے آگے سونے کی صلیب تھی۔ اسی طرح ان کے اسلحے کی چمک سے آنکھیں چندھیائی جاتی تھیں۔ رومی لشکر سر سے پاؤں تک لوہے کی زرہوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ عیسائی پادری انجیل کے اقتباسات پڑھ کر لشکر کو جوش دلاتے تھے۔ انہوں نے پہلے ہی پتہ لگا لیا تھا کہ مسلمانوں کے لشکر میں کون کون صحابیؓ ہیں۔ چنانچہ رومی

تیر انداز ایک ٹیلے پر سے صحابہؓ کو نشانہ بناتے تھے۔ ایسے میں عکرمہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ صحابہؓ کی بجائے چارسو نوجوان سپاہیوں کو موقع دیا جائے کہ وہ لشکر کے قلب میں حملہ آور ہوں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس تجویز پر تشویش کا اظہار فرمایا کہ اس طرح جتنے نوجوان جائیں گے وہ سب مارے جائیں گے۔ تاہم عکرمہ کے بار بار اصرار پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت دیدی جس پر نوجوان مجاہدین نے اس زور کا حملہ کیا کہ رومی فوج پسپا ہوگئی۔ اس لڑائی میں اکثر نوجوان شہید ہوئے۔ جنگِ یرموک میں تقریباً تین ہزار مسلمان شہید ہوئے جب کہ اسی ہزار کفار دریائے یرموک میں ڈوب کر مرگئے۔ اسی طرح ایک لاکھ سپاہیوں کو مسلمانوں نے میدانِ جنگ میں ہلاک کیا۔

جنگِ یرموک میں مسلمانوں کے ایثار کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ کے اختتام پر حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بارہ ساتھیوں کو تلاش کیا گیا۔ ایک مسلمان سپاہی نے عکرمہ کو دیکھا کہ ان کی حالت بہت خراب ہے تو انہیں پانی پیش کیا۔ آپؓ نے پاس ہی موجود حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اور فرمایا کہ میری غیرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی اس وقت مدد کی جب میں آپؐ کا شدید مخالف تھا وہ اور ان کی اولاد تو پیاس سے مرجائے اور میں پانی پی کر زندہ رہوں۔ وہ مسلمان یہ سن کر حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے اگلے زخمی کی طرف اشارہ کیا کہ وہ زیادہ مستحق ہے پہلے اسے پانی پلاؤ۔ یوں وہ تمام زخمی دوسرے کی طرف اشارہ کرتے رہے اور جب وہ سپاہی آخری زخمی تک پہنچا تو وہ فوت ہو چکا تھا وہ واپس دوسرے کی طرف آیا یہاں تک کہ عکرمہ تک پہنچا مگر وہ سب فوت ہو چکے تھے۔

شام کے لوگ جو مختلف مذاہب کے پیرو تھے وہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عدل وانصاف کو دیکھ کر اسلام کی آغوش میں آ گئے۔ یرموک کی فتح سے چند روز قبل حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوگیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد شام کی نگرانی اور فوجوں کی قیادت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کردی۔ تقرری کا یہ خط جب آپؓ کو ملا تو جنگ زوروں پر تھی چنانچہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دل شکنی کے خوف سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا ذکر نہ کیا۔ جنگ کے بعد جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر عراق جانے لگا تو آپؓ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق لوگوں سے کہا کہ تمہیں خوش ہونا چاہئے کہ اس امت کے امین تمہارے والی ہیں جس پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

حضورِانور نے اس واقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ غرض اس طرح محبت اوراحترام کی فضا میں دونوں قائد ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ یہ ہے مومن کا تقویٰ کہ نام ونمود یا افسری اور عہدے کی کوئی خواہش نہیں۔ مقصد ہے تو صرف ایک کہ خدا کی بادشاہت دنیا میں قائم کی جائے۔ پس یہ لوگ ہمارے لئے اسوہ ہیں جنہیں ہر عہدیدار بلکہ ہر احمدی کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں اسلامی لشکر نے فلسطین کے شہروں کو فتح کرتے ہوئے بیت المقدس کا محاصرہ کیا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر بھی ان سے آن ملا۔ قلعہ بندی سے تنگ آ کر عیسائیوں نے صلح کی پیشکش کی لیکن شرط یہ رکھی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ازخود تشریف لا کر صلح کا معاہدہ کریں۔ ربیع الاول 16 ہجری کو مدینے سے روانہ ہو کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلح کے لئے پہنچے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیام گاہ تشریف لے گئے۔ گھر میں تلوار، ڈھال، چٹائی اور ایک پیالے کے سوا کچھ نہ تھا۔ اسی موقعے پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اذان دینے کا روح پرور واقعہ بھی پیش آیا۔

17 ہجری میں رومیوں نے مسلمانوں سے شام واپس لینے کی آخری کوشش کی۔ شمالی شام، الجزیرہ، شمالی عراق اور آرمینیا کے کردوں، بدوں، عیسائیوں اور ایرانیوں نے ہرقل سے مسلمانوں کے خلاف مدد کی اپیل کی۔ اس موقعے پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایت پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفے سے امدادی فوج بھجوائی۔ اس کے باوجود رومی لشکر اور مسلم افواج کی تعداد میں بہت زیادہ فرق تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سپاہیوں سے ایک جوشیلا خطاب کیا۔ اس شکست کے بعد کبھی قیصر کو شام کی طرف پیش قدمی کا حوصلہ نہ ہوا۔

رملہ سے بیت المقدس کے راستے پر چھ میل کے فاصلے پر طاعون عمواس نامی ایک بستی ہے۔ یہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی افواج سے ہوئی جن سے آپؓ کو شام کے علاقوں میں طاعون کے پھوٹنے کی خبر ملی۔ اس صورتِ حال میں مشورے سے مزید پیش قدمی کی بجائے واپسی کا فیصلہ ہوا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقعے پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ کیا اللہ کی تقدیر سے فرار ممکن ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم اللہ کی قضا سے اس کی قدر کی طرف جا رہے ہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ایک خاص اور ایک عام فیصلہ ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں خدا تعالیٰ کے فیصلے سے بھاگ نہیں رہا بلکہ اس کے ایک فیصلے سے دوسرے کی طرف جا رہا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واپس جا کر بے چینی محسوس کرتے ہوئے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوایا لیکن طاعون کے پھیلنے کے خطرے کے پیشِ نظر آپؓ واپس نہ گئے اور اپنے سپاہیوں کے درمیان ہی رہے۔ جب بھی کوئی مسلمان سپاہی طاعون سے شہید ہوتا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑتے اور اللہ سے شہادت طلب کرتے۔ بالآخر آپؓ نے 58 برس کی عمر میں 18 ہجری میں وفات پائی۔

خطبے کے دوسرے حصے میں حضورِانور نے تین مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

پہلا جنازہ پروفیسر ڈاکٹر نعیم الدین خٹک صاحب ابن فضل الدین خٹک صاحب ضلع پشاور کا تھا۔ آپ کو مخالفین نے 5 اکتوبر 2020ء کو پشاور میں گولیاں مار کر شہید کردیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔

مرحوم Biology Micro Environmental میں پی ایچ ڈی تھے اور سپیریئر سائنس کالج میں پروفیسر تھے۔ شہید مرحوم ہمدردیٔ خلق اور مہمان نوازی جیسی بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ جماعتی خدمت کے طور پر سیکیورٹی ڈیوٹی دینے کے لئے بھی حاضر ہوتے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور دو بیٹے شامل ہیں۔

دوسرا جنازہ عزیزم اسامہ صادق ابن محمد صادق صاحب طالبِ علم جامعہ احمدیہ جرمنی کا تھا۔ مرحوم کی گذشتہ دنوں دریائے رائن میں ڈوبنے سے بیس سال کی عمر میں وفات ہوگئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔

مرحوم کم گو، سادہ طبیعت، سنجیدہ مزاج، عبادت کا ذوق اور تبلیغ کا شوق رکھنے والی شخصیت کے مالک تھے۔ لواحقین میں والدین کے

علاوہ پانچ بہنیں اور ایک بھائی شامل ہیں۔

تیسرا ذکرِ خیر سلیم احمد ملک صاحب کا تھا۔ آپ 87 سال کی عمر میں 24 ستمبر 2020ء کو وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

مرحوم شعبہ تعلیم سے منسلک اور جیولوجیکل کیمسٹری Geological Chemistry کے پروفیسر تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد جامعہ احمدیہ کے استاد رہے۔ جامعہ احمدیہ کے قیام کے بارے میں بننے والی ابتدائی کمیٹی کے رکن رہے۔ اسی طرح جامعہ احمدیہ یوکے کے آغاز پر آپ کو چیف ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا گیا۔ مرحوم کو جماعت یوکے میں بطور سیکرٹری تعلیم و تربیت اور سیکرٹری امورِ خارجہ سمیت مختلف شعبوں میں خدمت کی توفیق ملی۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور نواسے نواسیاں شامل ہیں۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تمام مرحومین کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لئے دعا کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو اور ان کی نسلوں کو بھی وفا کے ساتھ خلافت اور جماعت سے تعلق رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 16 اکتوبر 2020ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 16 اکتوبر 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج میں جن صحابی کا پہلے ذکر کروں گا وہ ہیں حضرت معوذ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپؓ کا تعلق انصار کے قبیلے خزرج سے تھا اور آپؓ ستر انصار کے ہمراہ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شامل تھے۔ آپؓ کی شادی حضرت اُمِ یزید بنتِ قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوئی تھی اور اس شادی سے آپؓ کی دو بیٹیاں تھیں۔ حضرت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دونوں بھائیوں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ غزوہ بدر میں شمولیت کی توفیق ملی، ان تینوں کو بنو عفرا بھی کہا جاتا تھا۔

جنگِ بدر کے روز رسولِ خدا ﷺ نے ابوجہل کا حال معلوم کرنے کا ارشاد فرمایا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے اور انہوں نے دیکھا کہ ابوجہل کو عفرا کے دو بیٹوں نے تلواروں سے اس قدر زخمی کر دیا ہے کہ وہ بے حس و حرکت پڑا مرنے کے قریب ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوجہل نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ مجھے اور تو کوئی افسوس نہیں صرف یہ ہے کہ مجھے مدینے کے سبزیاں اُگانے والے اور کھیتی باڑی کرنے والے بچوں نے مار دیا۔ پھر اُس نے اِس خواہش کا اظہار کیا کہ میری گردن ذرا لمبی کر کے کاٹ دو جس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تیری یہ خواہش بھی پوری نہیں ہونے دوں گا اور اس کی گردن کو ٹھوڑی کے پاس سے سختی سے کاٹ دیا۔ کفارِ مکہ، مدینے والوں کو بڑا ذلیل خیال کرتے تھے پس ابوجہل کو ایسی حسرت دیکھنی نصیب ہوئی کہ اس کی آخری خواہش بھی پوری نہ ہو سکی۔ حضرت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر میں ہی لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔

اگلے صحابی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہے جو قبیلہ خزرج کی شاخ بنو معاویہ سے تعلق رکھتے تھے۔ متوسط قامت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شامل ہونے نیز لکھنا پڑھنا جاننے کے سبب وحی لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپؓ کی مؤاخات حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قائم ہوئی۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن کا بہت علم تھا چنانچہ ذکر ملتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو فرمایا کہ آپؐ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن پڑھ کر سنائیں اور آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے سب سے بڑے قاری حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ چار قرائے امت اور پندرہ مستند ترین کاتبینِ وحی میں شمار فرمایا ہے۔

ایک موقعے پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں سورۃ البینۃ تمہیں پڑھ کر سناؤں۔ آپؓ نے پوچھا کہ کیا میرا نام لیا تھا، آپؐ نے فرمایا ہاں۔ اس پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جسے قرآن کا ذوق ہو وہ ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ چار اشخاص نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سارا قرآن حفظ کر لیا تھا اور یہ سب انصاری تھے۔ حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوزید اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت پر سب سے زیادہ مہربان حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور خدا کے دین کی بابت سب سے زیادہ سخت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حیا میں سب سے کامل حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حلال و حرام کا سب سے زیادہ عِلم رکھنے والے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرائض کو سب سے بڑھ کر جاننے والے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قرأت کے سب سے زیادہ جاننے والے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ فرمایا ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

کتاب یا قرآن کے آخر میں کاتب کا نام لکھنے کا دستور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شروع کیا۔ آپؓ نے قرآن کا ایک ایک حرف رسول اللہ ﷺ سے سن کر یاد کیا تھا۔ آپؓ بے جھجک جو سوال کرنا چاہتے وہ پوچھتے اور آنحضور ﷺ بھی آپؓ کے شوق کے پیشِ نظر ان کی تعلیم پر خصوصی توجہ فرماتے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے نمازِ فجر پڑھائی تو ایک آیت پڑھنا بھول گئے۔ نماز کے بعد آپؐ نے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ کسی نے میری قرأت پر خیال کیا تھا تو تمام لوگ خاموش رہے۔ پھر آپؐ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق دریافت فرمایا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ آپؐ نے فلاں آیت نہیں پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں جانتا تھا کہ تمہارے سوا کسی کو ادھر خیال نہیں ہوا ہوگا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فنِ قرأت میں جو کمال حاصل تھا اُس کا اندازہ اِس بات سے ہو سکتا ہے کہ خود آنحضرت ﷺ اُن سے قرآن کا دور کرواتے۔ جس سال حضور ﷺ کی وفات ہوئی آپؐ نے فرمایا کہ جبرائیل نے کہا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن سنا دیجئے۔

ایک مرتبہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو افراد کی قرأت کو اوپرا جانا لیکن حضور ﷺ نے ان کی قرأت کو درست قرار دیا تو اُس پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ شرمندگی کے مارے پسینے سے شرابور ہوگئے۔ آپؓ ایک ایرانی شخص کو قرآن پڑھایا کرتے تھے جو اثیم کا لفظ درست ادا نہ کر پاتا تھا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت پریشان تھے کہ وہاں سے رسول کریم ﷺ کا گزر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا اس سے تـاظیم کہلواؤ۔ جب ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تـــاظیم کہلوایا تو اس ایرانی نے درست لفظ اثیم ادا کر دیا۔

ایک مرتبہ خطبہ جمعہ کے دوران رسول اللہ ﷺ نے سورہ براۃ کی تلاوت فرمائی تو حضرت ابودردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اثنائے خطبہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ یہ سورۃ کب نازل ہوئی۔ آپؓ نے انہیں اشارے سے خاموش کروا دیا۔ نماز کے بعد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آج ایک لغو حرکت کی وجہ سے تم دونوں کی نماز بیکار ہوگئی۔ اس پر وہ دونوں رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات کو درست قرار دیا اور فرمایا کہ خطبے میں تمہیں بولنا نہیں چاہیے تھا۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ کتاب اللہ میں سب سے عظیم آیت کون سی ہے۔ آپؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ دوسری بار دریافت فرمانے پر آپؓ نے آیت الکرسی کے ابتدائی الفاظ بیان فرمائے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کے جواب کو پسند کرتے ہوئے فرمایا علم تمہیں مبارک ہو۔

آپؓ نے حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن پڑھایا تو انہوں نے ایک کمان ہدیتاً پیش کی اسی طرح کسی شخص نے ایک کپڑا پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا تو فرمایا واپس کر دو اور آئندہ ایسے ہدیے سے پرہیز کرنا۔ آپؓ اس بات پر اتنے محتاط ہوئے کہ جب شام کے لوگ آپؓ سے قرآن پڑھتے اور کاتبوں سے لکھواتے تو کتابت کے معاوضے کے طور پر انہیں اپنے ساتھ کھانے میں شریک کر لیتے لیکن حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک وقت بھی اُن کی دعوت منظور نہ کرتے تھے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔ غزوہ احد میں آپؓ کو تیر لگا تو رسول اللہ ﷺ نے علاج کے لئے ایک طبیب کو بھجوایا۔ 9 ہجری میں جب زکوٰۃ فرض ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے تحصیلِ صدقات کے لئے عمال روانہ فرمائے چنانچہ حضرت ابی قبیلہ بنو بلی، حضرت بنو اظہر اور حضرت بنو سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عاملِ مقرر ہوئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں آپؓ کو قرآن مجید کی ترتیب و تدوین کے کام کا نگران مقرر کیا گیا۔ آپؓ قرآن کے الفاظ بولتے اور باقی لوگ لکھتے جاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں مجلسِ شوریٰ کا قیام ہوا جس میں انصار اور مہاجرین میں سے مقتدر صحابہؓ شامل تھے۔ قبیلہ خزرج کی طرف سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس کے ممبر تھے۔ رمضان کی ایک رات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو مسجد میں علیحدہ علیحدہ اور ٹولیوں کی شکل میں نماز پڑھتے دیکھا تو انہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتدا میں اکٹھا کر دیا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے احادیث کا بہت بڑا حصہ سنا تھا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت بہت سے صحابہ علمِ حدیث میں آپؓ سے استفادہ کرتے تھے۔

قرآنِ کریم سے استنباط اور فقہی مسائل کے حل میں بھی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو درک حاصل تھا۔ حضورِ انور نے متعدد ایسے واقعات بیان فرمائے جن سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان معاملات میں آپؓ کی رائے کو اہمیت دیا کرتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعِ قرآن اور قراءتوں کا فرق مٹانے کے لئے بارہ اصحابؓ کو منتخب کیا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس مجلس کا رئیس مقرر فرمایا۔ آج قرآن مجید کے جس قدر نسخے موجود ہیں وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت کے مطابق ہیں۔ آپؓ آٹھ راتوں میں قرآن کریم کا دور مکمل کر لیا کرتے تھے۔

مسجدِ نبوی میں منبر کی تیاری سے پیشتر حضور ﷺ کھجور کے تنے کے ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبتِ رسول ﷺ کا یہ عالم تھا کہ مسجد کی توسیع کے وقت جب وہ ستون نکالا گیا تو آپؓ نے وہ ستون لے لیا اور اُسے اپنے گھر لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے اصحابؓ میں حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم چھ قاضی تھے۔

آپؓ کی وفات کے سال کے متعلق مختلف روایات ملتی ہیں جن کے مطابق آپؓ کی وفات بائیس ہجری یا تیس ہجری میں ہوئی۔ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ تیس ہجری والی روایت زیادہ درست ہے کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعِ قرآن کا کام حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کیا تھا۔

خطبے کے آخر میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ختم کرتے ہوئے حضورِ انور نے آپؓ کے بچوں کی تفصیل پیش فرمائی۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو بیٹے طفیل اور محمد جب کہ ایک بیٹی امِ عمرو تھی۔ آپؓ کی زوجہ کا نام حضرت اُمِ طفیل بنت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا جو قبیلہ دوس سے تعلق رکھتی تھیں۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 23 اکتوبر 2020ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 23 اکتوبر 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج میں جن صحابی کا ذکر کروں گا ان کا نام ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپؓ کا تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ ادی بن سعد بن علی سے تھا۔ آپؓ کا چہرہ انتہائی سفید، دانت چمکدار اور آنکھیں سرمئی تھیں۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قوم میں سب سے خوبصورت نیز انصار کے نوجوانوں میں سب سے سخی، بردبار اور باحیا تھے۔ آپؓ نے 18 برس کی عمر میں بیعتِ عقبہ ثانیہ کے موقعے پر اسلام قبول کیا اور غزوہ بدر سمیت دیگر تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ آپؓ کی مؤاخات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قائم ہوئی۔ قبولِ اسلام کے بعد حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنو سلمہ کے نوجوانوں کے ساتھ مل کر اپنے قبیلے کے بت توڑے تھے۔ یہ واقعہ حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر میں پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ کس طرح بنو سلمہ کے بعض نوجوان حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے والد کے بت کو تین متواتر دنوں تک محلے کی کچرا کنڈی میں پھینکتے رہے اور بالآخر یہ ترکیب حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبولِ اسلام کا باعث بن گئی۔

رسول اللہ ﷺ سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاص و محبت کا ثبوت یوں ملتا ہے کہ غزوہ احد سے واپسی پر جب مدینے کی انصار خواتین اپنے شہدا پر رو رہی تھیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حمزہ کے لئے کوئی رونے والا نہیں۔ اس پر آپؓ اور بعض دیگر انصار صحابہؓ نے مدینے کی رونے والی عورتوں کو جمع کیا اور حضرت حمزہ کے لئے رونے کا حکم دیا۔ حضورِ انور نے فرمایا کہ یہ آنحضرت ﷺ سے عشق تھا، گو اسلام میں رونا اور نوحہ کرنا منع ہے لیکن رسول خدا ﷺ نے ان جذبات کو دیکھ کر اظہار فرمایا کہ کاش حمزہ کے لئے بھی جذبات کا اظہار ہوتا ورنہ عمومی طور پر اسلام میں یہ سب منع ہے۔ غزوہ حنین کے موقعے پر آپؐ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکے میں پیچھے چھوڑا تا کہ وہ اہلِ مکہ کو اسلام سکھا سکیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ چار اشخاص سے قرآن سیکھو حضرت ابنِ مسعود، حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ، حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ چار چوٹی کے استاد تھے جن کا کام یہ تھا کہ رسولِ خدا ﷺ سے قرآن پڑھیں اور لوگوں کو پڑھائیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میری امت میں سب سے زیادہ حلال و حرام کو جاننے والے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اسی طرح ایک اور موقعے پر فرمایا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا ہی اچھے آدمی ہیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کا ہاتھ تھام کر فرمایا کہ میں یقیناً تم سے محبت کرتا ہوں پس ہر نماز کے بعد یہ ذکر کرنا اور اسے ترک نہ کرنا کہ اے اللہ! اپنے ذکر، شکر اور عبادت کی خوبصورتی کے لئے میری مدد فرما۔ اسی طرح ایک اور روایت میں آپؐ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لاحول پڑھنے کی تاکید فرمائی اور اسے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ قرار دیا۔ آپؓ نے ایک مرتبہ افضل ایمان کے متعلق پوچھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ افضل ایمان یہ ہے کہ تم محبت اور نفرت اللہ کے لئے کرو اور اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں لگائے رکھو۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے اور پھر اپنے لوگوں کے پاس آتے اور انہیں نماز پڑھاتے۔ ایک مرتبہ آپؓ نے عشاء کی نماز میں سورہ بقرہ شروع کر دی۔ نماز کی طوالت کی وجہ سے ایک شخص باجماعت نماز سے علیحدہ ہو گیا۔ جب یہ معاملہ حضور ﷺ تک پہنچا تو آپؐ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگوں کو آزمائش میں ڈالتے ہو اور سورہ شمس، الضحیٰ، اللیل اور سورہ اعلیٰ وغیرہ سورتیں پڑھنے کی نصیحت فرمائی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ان سورتوں کو اوسط سورتوں میں قرار دیا ہے۔ خاص اوقات میں انسان بیشک لمبی سورتیں پڑھ لے یا تکلیف اور بیماری میں چھوٹی سورتیں پڑھ لے لیکن اوسط سورتیں یہی ہیں جنہیں عام طور پر بالجہر نمازوں میں پڑھنا چاہئے۔

ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سواری پر نبی کریم ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ پھر آپؐ کچھ دیر چلے اور فرمایا اے معاذ بن جبلؓ! بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ جب وہ اللہ کی بات مان لیں اور اپنا حق ادا کر دیں تو ان کا حق بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے۔

ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے ایسے عمل کے متعلق پوچھا جو جنت میں داخل اور آگ سے دور کر دے تو آپؐ نے ارکانِ اسلام پر بھرپور طریق سے کاربند ہونے کی تاکید کی نیز فرمایا کہ میں تمہیں خیر کے دروازوں کے متعلق بتاتا ہوں: روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو ایسے بجھاتا ہے جیسے پانی آگ کو۔ رات کے درمیان آدمی کا نماز یعنی تہجد پڑھنا۔ فرمایا ان سب کی بلند چوٹی اور ستون جہاد ہے اور وہ چیز جس پر اس سب کا مدار ہے وہ یہ کہ انسان اپنی زبان کو روک رکھے۔ فرمایا اے معاذ! لوگوں کو آگ میں اوندھے منہ نہیں گراتی مگر ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی فصلیں۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مہاجرین اور انصار میں سے تین تین آدمی فتویٰ دیا کرتے تھے۔ ان میں حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل تھے۔ یہ تمام اصحابؓ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں بھی فتویٰ دیا کرتے تھے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں شام چلے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ان کی روانگی نے مدینہ اور اہلِ مدینہ کو علمِ فقہ میں محتاج بنا دیا ہے۔ آپؓ نمازِ تہجد میں یہ دعا مانگا کرتے کہ اے اللہ! آنکھیں سوئی ہوئی اور ستارے ٹمٹما رہے ہیں تو حی و قیوم ہے۔ جنت کے لئے میری طلب سست اور آگ سے میرا بھاگنا کمزور اور ضعیف ہے۔ اے اللہ! میرے لئے اپنے ہاں ہدایت رکھ دے۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ جو کوئی دل کی سچائی سے یہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ ضرور اس پر آگ کو حرام کر دے گا۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں لوگوں کو اس کے متعلق خبر نہ دوں کہ وہ خوش ہو جائیں۔ آپؐ نے فرمایا تب تو لوگ خوش ہو کر باقی نیکیاں ترک کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتے وقت صاحبِ علم لوگوں کو یہ بات بتائی۔

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ بعض علمی باتوں کو خاص لوگوں تک محدود کرنا اس لئے ضروری ہے کیونکہ بعض باتیں فتنے میں مبتلا کرتی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح مومن ساز لوگوں نے لا اِلہ اِلا اللہ کے محض زبانی اقرار کو اپنے لئے آڑ بنا رکھا ہے۔ شریعت کی تکلیفوں سے آزاد کر کے ان کو ایمان کا سرٹیفکیٹ دیدینا چاہتے ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ اس حدیث سے جس میں کلمہ پڑھنے والوں پر آگ کے حرام ہونے کا ذکر ہے، یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ یہ جزا اللہ تعالیٰ نے دینی ہے اور کسی انسان کا یہ کام نہیں کہ کسی کلمہ گو پر فتوے لگائے۔ آج کل بڑا مشہور ہے کہ مسلمان عید میلاد النبیؐ منا رہے ہیں پس اصل تو یہ ہے کہ ہم آپؐ کی تعلیم اور اسوے کو اپنائیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ تبوک کے موقعے پر رسول اللہ ﷺ کے ایک معجزے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تبوک کے چشمے میں بہت تھوڑا پانی تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس چشمے کے پانی سے اس طرح ہاتھ منہ دھویا کہ پانی وہیں چشمے پر گرتا جاتا تھا۔ جیسے جیسے پانی چشمے پر تیزی سے گرا تو چشمہ تیزی سے بہنے لگا۔ پھر آپؐ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا اے معاذ! اگر تیری عمر لمبی ہوئی تو تو دیکھ لے گا کہ یہ جگہ باغوں سے بھر گئی ہے۔

حضورِ انور نے مختلف ادوار کے حوالے پیش فرمائے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ تبوک کا علاقہ باغوں سے بھرا ہوا ہے اور وہاں اتنا وافر پانی موجود ہے کہ مدینے اور خیبر کے سوا کہیں اتنا پانی نہیں۔

خطبے کے آخر میں حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تین مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

پہلا ذکر مکرم مولوی فرزند خان صاحب مبلغ انچارج ضلع خوردہ دنیا گڑھ اڑیشہ کا تھا۔ مرحوم 10 ستمبر 2020ء کو وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحوم منکسر المزاج، نرم دل، دعا گو شخصیت کے مالک تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی سوگوار چھوڑے ہیں۔

دوسرا جنازہ مکرم عبداللہ موسیکو صاحب لوکل مشنری ملائیشیا کا تھا۔ آپ 7 اکتوبر 2020ء کو 68 برس کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحوم نے جلسہ سالانہ تاکینا بالو 1973ء میں شرکت کی اور اس روحانی ماحول سے متاثر ہو کر بیعت کی توفیق پائی۔ آپ بڑے مہمان نواز، صاحبِ علم، تبلیغ کا شوق رکھنے والے بڑے disciplined آدمی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ آٹھ بچے شامل ہیں۔

تیسرا ذکرِ خیر مکرم عبدالواحد صاحب معلم سلسلہ قادیان کا تھا جو 12 ستمبر 2020ء کو 56 برس کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آپ بڑے اطاعت گزار اور محنتی شخصیت کے مالک تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔

آخر میں حضورِانور نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی اولادوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 30 اکتوبر 2020ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 30 اکتوبر 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ خطبے میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت فیاض تھے جس کی وجہ سے آپؓ کو قرض لینا پڑتا۔ ایک مرتبہ قرض خواہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قرض دلوانے کی گزارش کی۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے قرض معاف کرنے کی سفارش فرمائی جس پر بعض لوگوں نے قرض معاف کر دیا پھر حضور ﷺ نے آپؓ کی جائیداد ان لوگوں میں تقسیم فرمادی۔ لیکن تب بھی قرض مکمل ادا نہ ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نمائندہ اور قاضی بنا کر قرآن اور دین سکھانے کے لئے یمن کی طرف بھجوا دیا تو آپؓ کو یہ اجازت مرحمت فرمائی کہ اگر کوئی ہدیہ دے تو قبول کر لینا۔ اس موقع پر حضور ﷺ نے اس خیال کا اظہار فرمایا کہ شاید حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضور ﷺ سے دوبارہ ملاقات نہ ہو۔ یہ سن کر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زار وقطار رونے لگے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لوگوں میں سے میرے نزدیک ترین متقی ہیں۔ چاہے وہ کوئی بھی اور کہیں ہوں۔

یمن کے عاملین زکوٰۃ اکٹھی کر کے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھجوایا کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں کے درمیانے درجے کے مال میں سے صدقہ لینے اور مظلوم کی آہ سے بچنے کی خاص طور پر نصیحت فرمائی۔

آپؓ کے پاؤں میں لنگڑاہٹ تھی۔ چنانچہ جب یمن پہنچ کر آپؓ نے نماز کی امامت فرمائی تو اپنی ٹانگ پھیلا دی۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر اسی طرح اپنے پاؤں پھیلا دیئے۔ نماز کے بعد حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کے جذبۂ اطاعت کی تعریف کی اور اپنی مجبوری بتا کر سمجھایا کہ یہ سنت نہیں ہے۔ آپؓ پہلے شخص تھے جنہوں نے رسول کریم ﷺ کی اجازت سے ہدیے قبول کئے اور اللہ تعالیٰ کے مال سے تجارت کی۔

حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو اجازت رسول اللہ ﷺ نے دی تھی اس کی ضرورت اب ختم ہوگئی ہے لہٰذا اب آپؓ انہیں واپس بلوا لیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی اجازت کو ختم کرنا مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ حج کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جب حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سمجھایا۔ پہلے تو آپؓ نے انکار کیا لیکن کچھ عرصے بعد حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خواب دیکھا کہ آپؓ ڈوب رہے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو بچاتے ہیں۔ چنانچہ اس خواب کی بنا پر آپؓ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات کے قائل ہوگئے۔

حضورِانور نے فرمایا کہ یہاں مزید وضاحت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس وقت تک انہیں اس طرف متوجہ نہیں کیا جب تک حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ضرورت پوری نہ ہوگئی۔ جب قرضے اتر گئے اور کشائش پیدا ہوگئی تو خدا تعالیٰ نے خود توجہ دلا دی کہ اب تم نہ ہدیہ لے سکتے ہو اور نہ بیت المال میں سے خرچ کر سکتے ہو۔

جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ جب تمہیں کوئی معاملہ درپیش ہوگا تو کیسے فیصلہ کرو گے۔ آپؓ نے کتاب اللہ، پھر سنتِ رسول ﷺ اور پھر ذاتی اجتہاد کی نسبت عرض کیا تو رسولِ خدا ﷺ نے اس پر اظہارِ خوشنودی فرمایا۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نازونعم کی زندگی سے بچنے، اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے، مریضوں کی عیادت اور بیواؤں اور مساکین کی خبرگیری نیز لوگوں سے عمدہ اخلاق سے پیش آنے کی نصیحت فرمائی۔

حضورِانور نے دورِ حاضر کے مسلمانوں کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اصل چیز تو میلادالنبی ﷺ منانے کی یہ ہے کہ آپؐ کے اسوے اور نصائح پر عمل کیا جائے۔

حضور اکرم ﷺ نے اہلِ یمن کے نام اپنے خط میں تحریر فرمایا کہ میں نے تم پر اپنے لوگوں میں سے بہترین صاحبِ علم اور صاحبِ دین شخص کو حاکم بنایا ہے۔ مسند احمد کی روایت کے مطابق آنحضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شرک سے اجتناب، والدین کی فرمانبرداری، فرض نماز کو جان بوجھ کر ترک نہ کرنے، شراب اور گناہ سے بچنے، دشمن سے مڈھ بھیڑ کے وقت فرار اختیار نہ کرنے، طاعون جیسی وبا کی جگہ سے نہ نکلنے اور اپنے اہل وعیال پر طاقت کے مطابق خرچ کرنے نیز انہیں خوفِ خدا دلاتے رہنے کی نصائح فرمائیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ 9 ہجری تا 11 ہجری یمن میں رہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک غلام کے ذریعے چار سو دینار بھجوائے اور اسے تاکید کی کہ دیکھنا حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دیناروں کا کیا کرتے ہیں۔ آپؓ نے کھڑے کھڑے وہ تمام دینار تقسیم

کر دیئے۔ آپؓ کی اہلیہ نے کہا کہ ہم بھی مسکین ہیں، کچھ گھر کے لئے بھی رکھ لیں اس پر آپؓ نے باقی ماندہ دو دینار اپنی اہلیہ کی طرف اچھال دیئے۔ جب یہ بات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوئی تو آپؓ بہت خوش ہوئے۔ اسی طرح ایک موقعے پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر میری وفات کا وقت قریب آ جائے اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فوت ہو چکے ہوں تو میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر کر دوں گا اور اگر میرے رب نے پوچھا کہ تم نے اسے کیوں خلیفہ مقرر کیا تو کہوں گا کہ میں نے تیرے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ وہ قیامت کے دن علما کے آگے آگے لائے جائیں گے۔

جنگِ یرموک 15 ہجری میں آپؓ میمنہ کے ایک حصے کے افسر تھے۔ عیسائیوں کا حملہ اس قدر شدید تھا کہ مسلمانوں کے ایک بار پاؤں اکھڑ گئے۔ اس نازک صورتِ حال میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپؓ کے بیٹے نے بڑی شجاعت اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا چنانچہ مسلمان سنبھل گئے اور فتح مسلمانوں کا مقدر بنی۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو بیویاں تھیں۔ آپؓ دونوں میں اتنا انصاف کرتے کہ جب باری کے مطابق ایک کے پاس ہوتے تو دوسری کے پاس پانی تک نہ پیتے۔ یہ دونوں بیویاں شام میں وبائی مرض سے فوت ہو گئیں۔ دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ دفن کرتے وقت آپؓ نے قرعہ ڈالا کہ پہلے کس کو قبر میں داخل کریں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو آپؓ رونے لگے اور فرمایا کہ میں موت کے غم یا دنیا پیچھے چھوڑ جانے کی وجہ سے نہیں رو رہا بلکہ میں صرف اس لئے رو رہا ہوں کہ جنتی اور دوزخی دو گروہ ہوں گے اور میں نہیں جانتا کہ میں کس گروہ میں اٹھایا جاؤں گا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ عنقریب تم شام کی طرف ہجرت کرو گے اور وہ تمہارے ہاتھوں فتح ہوگا لیکن پھوڑوں اور پھنسیوں کی ایک بیماری تم پر مسلط ہو جائے گی۔ اللہ اس کے ذریعے لوگوں کو شہادت عطا فرمائے گا اور ان کے اعمال کا تزکیہ کرے گا۔ چنانچہ جب حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی انگلی پر طاعون کی گلٹی نمودار ہوئی تو فرماتے تھے کہ مجھے اس کے بدلے میں سرخ اونٹ ملنا بھی پسند نہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 18 ہجری میں تینتیس، چونتیس یا اڑتیس برس کی عمر میں وفات پائی۔

اگلے صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر حضورِ انور نے فرمایا۔ آپؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو سلمہ سے تھا۔ ہجرتِ نبوی کے وقت آپؓ کی عمر چالیس برس تھی۔ آپؓ مشہور صحابی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد تھے۔ آپؓ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شامل ہوئے اور آنحضور ﷺ کے مقرر کردہ بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے۔ آپؓ غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ آپؓ کے قبولِ اسلام کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ بیعتِ عقبہ ثانیہ کے موقعے پر جب مدینے سے آنے والے مخلصین خفیہ طور پر رسول خدا ﷺ سے ملنے کے لئے گئے تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے ابو جابر! آپؓ ہمارے سرداروں اور شرفا میں سے ایک ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ آپ جہنم کا ایندھن بنیں۔ پس آپ نے اسلام کی اس دعوت کو قبول کیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعتِ عقبہ میں شامل ہوئے اور نقیب مقرر کئے گئے۔

حضورِ انور نے سیرت خاتم النبیینؐ کے حوالے سے بیعتِ عقبہ ثانیہ کی کچھ تفصیل بیان فرمائی۔ 13 ہجری، ذوالحجہ کے مہینے میں حج کے موقعے پر اوس اور خزرج کے ستر افراد مکے میں نصف شب کے قریب آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضور ﷺ نے اس موقعے پر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی کچھ مختصر تشریح فرمائی نیز فرمایا کہ میں اپنے لئے صرف اتنا چاہتا ہوں کہ جس طرح تم اپنے عزیزوں اور رشتے داروں کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح اگر ضرورت پیش آئے تو میرے ساتھ معاملہ کرو۔

غزوہ احد کے موقعے پر عبداللہ بن ابی بن سلول نے غداری کی تو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے سمجھانے اور نصیحت کرنے کی کوشش کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلافت سے دو تین سال قبل جلسہ سالانہ میں تقریر کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عمرو کرضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن یعنی حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ بھی اپنے بھائی کی طرح رسول اللہ ﷺ کی محبت میں سراپا رنگین تھیں۔ خاوند، بھائی، بیٹا جنگ میں شہید ہو گئے لیکن آنحضور ﷺ کی سلامتی کی خوشی ان سب غموں پر غالب آ گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی ہند کو میدانِ جنگ سے آتے ہوئے دیکھا۔ اس نے اونٹ کی مہار پکڑی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا میدانِ جنگ کی کیا خبر ہے۔ اس نے کہا سب خیریت ہے رسول اللہ ﷺ خیریت سے ہیں۔ اتنے میں میری نظر اونٹ پر پڑی جس پر کچھ سامان لدا ہوا تھا۔ آپؓ نے پوچھا یہ کیا ہے تو وہ کہنے لگیں میرے خاوند اور بھائی کی نعشیں ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کو ایک چادر کا کفن دیا گیا۔ آپؓ کا رنگ سرخ، قد زیادہ لمبا نہ تھا جب کہ سر کے اگلے حصے پر زیادہ بال نہ تھے۔ خطبے کے آخر میں حضورِ انور نے فرمایا کہ ان کا باقی ذکر ان شاء اللہ آئندہ بیان ہوگا۔

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 6، 13، 19، 29 اکتوبر، 3 نومبر 2020ء)

پاکستان کے مظلوم احمدیوں کے لئے دعا اور تعلق باللہ میں بڑھنے کی تحریک

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ 2 اکتوبر 2020ء میں فرمایا:

"پاکستان کے احمدیوں کے لئے بھی آج کل بہت دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مولویوں اور حکومت کے اہلکاروں کے شر سے محفوظ رکھے۔ وہاں پھر مخالفت کی شدید لہر آئی ہوئی ہے۔ قانون کے محافظ نہ صرف یہ کہ انصاف کو نہیں جانتے بلکہ اُس کی دھجیاں اُڑا رہے ہیں اور جو مولوی کہتا ہے اُس کے پیچھے چل رہے ہیں۔ شاید اپنی جان بچانے کے لئے، میرا خیال ہے کہ سیاسی استحکام شاید اِن کو اسی طرح مل جائے۔ لیکن یہ ان کی بھول ہے۔ یہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ یہی چیز اِن کی تباہی کا ذریعہ بنے گی۔ ہم تو پہلے بھی اِن تکلیفوں سے گزرتے رہے ہیں۔ اب بھی ان شاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کی مدد سے گزر جائیں گے۔ لیکن اِن کی یہ حرکتیں، اگر یہ باز نہ آئے، تو اِن کی تباہی یقینی ہے۔

پس احمدی آج کل بہت دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ مشکلات دُور فرمائے۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق میں بڑھیں، خاص طور پر پاکستان میں رہنے والے احمدی، باہر رہنے والے احمدی بھی جو پاکستان سے آئے ہوئے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت جلد آئے اور ان مشکلات سے وہاں کے رہنے والے احمدی چھٹکارا پا سکیں۔"

(روزنامہ الفضل لندن آن لائن۔ 11 نومبر 2020ء)

قسط دہم

دعوت الی اللہ میں حکمت کے تقاضے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں:

’’چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ... اسی بنیادی انسانی فطرت کے تقاضے سے اپنے ربّ کی طرف اِن الفاظ میں بلایا:

’’ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اِس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں، کس دَف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔‘‘

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 21۔22)

یہ فطرت کی ایک سچی آواز ہے۔ ناممکن ہے کہ کسی نہ پانے والے کے دل سے یہ کلمات نکلیں۔ اتنی بے اختیار سچائی ہے، اس میں ایسا وفور شوق ہے، ایسا بے اختیار جذبہ ہے کہ ہر وہ شخص جو انسانی فطرت پر ادنیٰ سی بھی نظر رکھتا ہے وہ صرف اس کلام کو پڑھنے کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا قائل ہو سکتا ہے اور اس خدا کی طرف دوڑنے کے لئے بے چین ہو جائے گا جس کی طرف بلایا جا رہا ہے۔ ایک ایک لفظ سچائی میں ڈوبا ہوا ہے اور یہ طبعی نتیجہ ہے خدا کو پانے کا۔‘‘

(خطباتِ طاہرؒ۔ جلد 2، صفحہ 149۔150)

شعبہ تبلیغ جماعت احمدیہ کینیڈا

ہمارے دل سے ایسا درود نکلے جو عرش پر پہنچے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

’’جب ہم دوسرے کے لئے دعا کرتے ہیں تو یہ دعا ایک رنگ میں ہمارے لئے بھی بلندئ درجات کا موجب بنتی ہے۔ چنانچہ ہم جب درود پڑھتے ہیں تو اس کے نتیجے میں جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات بلند ہوتے ہیں وہاں ہمارے درجات میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور ان کو انعام مل کر پھر ان کے واسطے سے ہم تک پہنچتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے چھلنی میں کوئی چیز ڈالو تو وہ اس میں سے نکل کر نیچے جو کپڑا پڑا ہوا اس میں بھی آ گرتی ہے۔ اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے اس امت کے لئے بطور چھلنی بنایا ہے۔ پہلے خدا ان کو اپنی برکات سے حصہ دیتا ہے اور پھر وہ برکات ان کے توسط اور ان کے طفیل سے ہمیں ملتی ہیں۔ جب ہم درود پڑھتے ہیں اور خدا تعالیٰ اس کے بدلے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج کو بلند فرماتا ہے تو لازماً خدا تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی بتاتا ہے کہ یہ تحفہ فلاں مومن کی طرف سے آیا ہے۔ اس پر اُن کے دل میں ہمارے متعلق دعا کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا کی وجہ سے ہمیں اپنی برکات سے حصہ دیتا ہے۔

میں اپنے متعلق بتاتا ہوں کہ جب بھی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر پر دعا کرنے کے لئے آتا ہوں میں نے یہ طریق رکھا ہوا ہے کہ پہلے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا کیا کرتا ہوں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے دعا کرتا ہوں اور دعا یہ کرتا ہوں کہ یا اللہ! میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جو میں اپنے اِن بزرگوں کی خدمت میں تحفے کے طور پر پیش کر سکوں۔ میرے پاس جو چیزیں ہیں وہ انہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتیں۔ البتہ تیرے پاس سب کچھ ہے اس لئے میں تجھ سے دعا اور التجا کرتا ہوں کہ تو مجھ پر احسان فرما کر میری طرف سے انہیں جنت میں کوئی ایسا تحفہ عطا فرما جو اس سے پہلے اُنہیں جنت میں نہ ملا ہو۔ تو وہ ضرور پوچھتے ہیں کہ یا اللہ! یہ تحفہ کس کی طرف سے آیا؟ اور جب خدا انہیں یہ بتاتا ہے تو وہ اُس کے لئے دعا کرتے ہیں اور اس طرح دعا کرنے والے کے مدارج بھی بلند ہوتے ہیں اور یہ بات قرآن اور احادیث سے ثابت ہے۔ اسلام کا مسلمہ اصل ہے اور کوئی شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ دعائیں مرنے والے کو ضرور فائدہ پہنچاتی ہیں۔ قرآن کریم نے بھی فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَآ (سورۃ النسا 4: 87) کہہ کر اس طرف توجہ دلائی ہے کہ جب تمہیں کوئی شخص تحفہ پیش کرے تو تم اُس سے بہتر تحفہ اُسے دو۔ ورنہ کم از کم اتنا تحفہ تو ضرور دو جتنا اُس نے دیا۔

قرآن کریم کی اس آیت کے مطابق جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے دعا کریں گے اور ان پر درود اور سلام بھیجیں گے تو خدا تعالیٰ ہماری طرف سے اِس دعا کے نتیجے میں اُنہیں کوئی تحفہ پیش کر دے گا۔ ہم نہیں جانتے کہ جنت میں کیا کیا نعمتیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ تو ان نعمتوں کو خوب جانتا ہے اس لئے جب ہم دعا کریں گے کہ الٰہی! تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ایسا تحفہ دے جو اِس سے پہلے اُنہیں نہ ملا ہو تو یہ لازمی بات ہے کہ جب وہ تحفہ انہیں دیا جاتا ہوگا تو ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بھی بتایا جاتا ہوگا کہ یہ فلاں شخص کی طرف سے تحفہ ہے۔ پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ اس علم کے بعد وہ چپ کر کے بیٹھے رہیں اور تحفہ بھجوانے والے کے لئے دعا نہ کریں۔ ایسے موقع پر بے اختیار اُن کی روح اللہ تعالیٰ کے آستانے پر گر جائے گی اور وہ کہے گی کہ اے خدا! اب تو ہماری طرف سے اس کو بہتر جزا عطا فرما۔ اس طرح فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَآ۔ کے مطابق وہ دعا پھر درود بھیجنے والے کی طرف لوٹ آئے گی اور اس کے درجہ کی بلندی کا باعث ہوگی۔ پس یہ ذریعہ ہے جس سے بغیر اس کے کہ کوئی مشرکانہ حرکت ہو ہم خود بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور قوم بھی فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ گویا قومی اور فردی دونوں فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔‘‘

(مزار حضرت مسیح موعودؑ پر دعا اور اس کی حکمت، انوار العلوم۔ جلد 17، صفحہ 182۔184)

رسولوں کے سردار شاہِ دو عالمؐ

مکرم مبارک احمد ظفؔر صاحب، لندن

اے طٰہٰ و یٰسین نبیوں کے خاتمؐ
رسولوں کے سردار شاہِ دو عالمؐ

تو ہی وجہِ تخلیقِ کل عالمیں ہے
تو مخلوق میں سب سے اعلیٰ و اکرم

تری سدرۃ المنتہٰی تک رسائی
تو عرشِ بریں پر مکرّم معظّم

ترا پیار صحرا میں ابرِ کرم ہے
تری یاد زخمی دلوں کا ہے مرہم

حرا میں جو گونجی تھی حمدِ الٰہی
ہواؤں فضاؤں میں ہے اس کی سرگم

ترے دم سے ہے چاند تاروں کی زینت
زمیں ہے مرتب فلک ہے منظّم

تبسم عیاں پھول کلیوں میں تیرا
ہیں شمس و قمر تیرے محتاج پیہم

تو مرجع ہے ہر فیض و لطف و کرم کا
تری ذات عالی ہے نورِ مجسّم

پلا دے کوئی جامِ کوثر کا ایسا
کہ پھر لوٹ آئے نکلتا ہوا دم

اگر حشر کے دن شفاعت ہو تیری
تو پھر چھو نہ پائے گا مجھ کو کوئی غم

مجھے آلِ احمدؐ سے ہے عشق اتنا
کہ رکھتا ہوں ہر شے پہ اس کو مقدّم

مرا غم ہے مثلِ غمِ ابنِ حیدر
ٹھہر سا گیا ہے محرّم کا موسم

ظفؔر بھیجتا ہوں درودوں کے تحفے
تو گرتی ہے گلشن پہ رحمت کی شبنم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت منصفِ اعظم

مکرم مولانا محمد کلیم خان صاحب مبلغ سلسلہ حیدرآباد، انڈیا

مصطفیٰؐ را کہ منصفے است امیں
کرد مرسل برائے نصرت دیں
(حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام)

ترجمہ۔اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو منصف اور امین ہیں دین کی نصرت کے لئے دنیا میں مبعوث فرمایا۔

انصاف اور عدل کی جب بات ہوتی ہے تو آج کے دور میں جو logo بنانے کا دور ہے تو ترازو بنانے کا نقشہ سامنے آتا ہے۔اور کبھی کبھی اس logo میں ایک شخص کو یہ ترازو پکڑے ہوئے اس طرح دکھایا جاتا ہے کہ اس کی آنکھوں میں پٹی بندھی ہوئی ہے۔گویا دونوں فریق کے حالات اور بیانات اور متعلقہ شہادات کے حوالے سے بغیر کسی جانبداری کے انصاف کرنا ہے۔ایک جانور مثلاً (شکاری جانور) کسی دوسرے جانور کا شکار کرتا ہے تو اس کا جواز ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس شکاری کو وہ اوزار اور قوت وشجاعت بھی دی ہے جس کے ذریعہ وہ دوسرے جانور کا شکار کر کے اپنی بقا کا انتظام کرے۔مگر اشرف المخلوقات کو اجازت نہیں کہ اپنی بقا کے لئے دوسرے (اشرف المخلوقات میں سے کسی) کی بقا کو خطرہ میں ڈالے۔اور ایسا کرنے سے انصاف اور عدل کے تقاضے پامال ہو جاتے ہیں۔

انصاف اور عدل کو قائم کرنے کے لئے انسانوں نے League of nations، United nations قواعد وضوابط بنائے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ماموروں نے جو وقتاً فوقتاً دنیا میں آتے رہتے ہیں بھی قواعد بنائے ہیں اُن کے تجزیہ سے اُن کی خوبیوں کا یا قباحت کا یا پائیداری کا علم ہوتا ہے۔کاغذی قرطاس پر یہ قوانین لکھا رہنا الگ بات ہے اور عملی دنیا میں ایسا ہونا الگ بات ہے۔زمانہ تقاضا کرتا ہے کہ بشر میں سے کوئی ایسی شخصیت ہو جو ایک مثالی منصف ہو۔

دنیا میں انصاف اور عدل کی اچھی مثالیں بھی ملتی ہیں اور نا معقول مثالیں بھی۔مثلاً یہ کہنا کہ جو خدا کا ہے اسے خدا کو دو۔جو قیصر کا ہے اسے قیصر کو دو۔اچھی مثال ہے۔مگر یہ کہنا کہ زید نے قصور کیا اور سزا بکر کو دو۔یہ انصاف نہیں ہے اور عملی دنیا میں ایسا نہیں ہوتا کہ باپ نے انگور کھائے اور بیٹے کے دانت کھٹے ہوگئے۔

(یرمیاہ باب31 آیت29۔30)

چنانچہ انصاف اور عدل کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے منصفِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم خادم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وامام مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ:

''عیسائیوں کا یہ اصول کہ خدا نے دنیا سے پیار کر کے دنیا کو نجات دینے کے لئے یہ انتظام کیا کہ نافرمانوں اور کافروں اور بدکاروں کا گناہ اپنے پیارے بیٹے یسوع پر ڈال دیا اور دنیا کو گناہ سے چھڑانے کے لئے اسی کو لعنتی بنایا اور لعنت کی لکڑی سے لٹکایا۔یہ اصول ہر ایک پہلو سے فاسد اور قابل شرم ہے اگر میزان عدل کے لحاظ سے اس کو جانچا جائے تو صریح یہ بات ظلم کی صورت میں ہے کہ زید کا گناہ بکر پر ڈال دیا جائے۔انسانی کانشنس اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ ایک مجرم کو چھوڑ کر اس مجرم کی سزا غیر مجرم کو دی جائے۔

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کے جواب۔روحانی خزائن،جلد12،صفحہ328)

آج دنیا میں ایک بلاک ظالم دنیا کا ہے اور دوسرا بلاک مظلوم دنیا کا۔اور اس میں بھی کوئی ایک صورت میں ظالم بھی ہے اور دوسری صورت میں مظلوم بھی دنیا ہے۔آج کی دنیا اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ کوئی ایسا Model ہو جو بدامنی کو دُور کر کے انصاف اور عدل قائم کر سکے۔اس تناظر میں جو شخصیت سب سے زیادہ ابھر کر سامنے آتی ہے وہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔منصفِ اعظم کی حیثیت سے آپؐ کی حیثیت سے آپؐ کی سیرتِ طیبہ کو جامع الفاظ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ:

''انصاف اور عدل آپ کے اندر اتنا پایا جاتا تھا کہ جس کی مثال دنیا میں کہیں نہیں پائی جاتی۔عربوں میں لحاظ داری اور سفارشوں کا قبول کرنا ایک عام مرض تھا۔عرب کا کیا ذکر ہے اس زمانہ کے متمدن ممالک میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ بڑے آدمیوں کو سزا دیتے وقت جھجکتے ہیں اور غریبوں کو سزا دیتے وقت نہیں گھبراتے۔ایک دفعہ ایک مقدمہ آپؐ کے پاس آیا۔ایک بہت بڑے خاندان کی کسی عورت نے کسی دوسرے کے مال کو ہتھیا لیا تھا جب حقیقت کھل گئی تو عربوں میں بڑا ہیجان پیدا ہو گیا کیونکہ ایک بہت بڑے معزز خاندان کی ہتک ہوتی انہیں نظر آئی انہوں نے چاہا کہ رسول کریم صل اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ درخواست پیش کریں کہ اس عورت کو معاف کر دیا جائے اور تو کسی شخص نے جرأت نہ کی۔لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں نے چنا اور انہیں مجبور کیا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عورت کی سفارش کریں۔اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات شروع ہی کی تھی کہ آپؐ کے چہرا پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے اور آپؐ نے فرمایا! اسامہ یہ کیا کہہ رہے ہو۔پہلی قومیں اسی طرح تباہ ہوئیں کہ وہ بڑوں کا لحاظ کرتی تھیں۔اور چھوٹوں پر ظلم کرتی تھیں۔اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔اور میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ بھی اس قسم کا جرم کرتی تو میں اسے سزا دیئے بغیر نہ رہتا۔...

بدر کی جنگ میں جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قید ہوئے تو ان کے کراہنے سے آپؐ کو تکلیف محسوس ہوئی لیکن جب صحابہؓ نے آپؐ کی تکلیف دیکھ کر حضرت عباسؓ کے ہاتھوں کی رسیاں کھول دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوگئی تو آپؐ نے فرمایا جیسے میرے رشتہ دار ویسے دوسروں کے رشتہ دار یا تو میرے چچا عباسؓ کو بھی پھر رسیوں سے باندھ دو اور یا سارے قیدیوں کی رسیاں کھول دو۔صحابہؓ کو چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کا احساس تھا۔انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم پہرہ سختی سے دے لیں گے۔لیکن سب قیدیوں کی رسیاں ہم کھول دیتے ہیں۔چنانچہ سب قیدیوں کی رسیاں انہوں نے کھول دیں۔

آپؐ انصاف کا خیال جنگ کے موقع پر بھی رکھتے تھے ایک دفعہ کچھ صحابہؓ کو باہر خبر رسانی کے لئے بھجوایا۔دشمن کے کچھ آدمی ان کو حرم کی حد میں مل گئے اور انہوں نے سمجھا کہ اگر ہم نے ان کو زندہ چھوڑ دیا تو یہ مکہ والوں کو جا کر خبر دیں گے اور ہم مارے جائیں گے انہوں نے ان پر حملہ کر دیا۔اور ان میں سے ایک لڑائی میں مارا

گیا۔ جب یہ خبریں دریافت کرنے والا قافلہ مدینہ واپس آیا۔ تو پیچھے پیچھے مکہ والوں کی طرف سے بھی ایک وفد شکایت لے کر آیا کہ انہوں نے حرم کے اندر ہمارے دو آدمی مار دیئے ہیں۔ جو لوگ حرم کے اندر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم کرتے رہتے تھے اُن کو جواب تو یہ ملنا چاہئے تھا کہ تم نے کب حرم کا احترام کیا کہ تم ہم سے حرم کے احترام کی امید رکھتے ہو۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب نہ دیا بلکہ فرمایا۔ ہاں بے انصافی ہوئی ہے کیونکہ ممکن ہے اس خیال سے کہ حرم میں وہ محفوظ ہیں انہوں نے اپنے بچاؤ کی پوری کوشش نہ کی ہو۔ اس لئے آپ لوگوں کو ان کا خون بہا دیا جائے گا۔ چنانچہ آپؐ نے قتل کا وہ فدیہ جس کا عربوں میں دستور تھا ان کے ورثا کو ادا کیا۔'' (دیباچہ تفسیر القرآن، صفحہ 378-379)

پھر آپؐ کی زندگی میں انصاف اور عدل کے کئی مواقع آئے ہیں اور آپؐ کے فیصلوں نے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ ان سب کا ذکر ہرگز اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں ہے۔ البتہ صرف چند ایک کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ محمد اسماعیل پانی پتی کی تحقیق کے مطابق آپؐ کی زندگی کا سب سے پہلا انصاف تاریخ میں یوں محفوظ ہے۔

ایک سال مکہ میں سیلاب آیا۔ جس نے خانہ کعبہ کی دیواروں کو بہت نقصان پہنچایا اور وہ گرنے کے قریب ہوگئیں۔

چونکہ قریشی کعبہ کو بہت مقدس سمجھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے ارادہ کیا کہ اسے ڈھا کر دوبارہ مضبوط بنائیں مگر ساتھ ہی ان کو یہ بھی اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے ڈھانے کی وجہ سے ہم پر کوئی مصیبت آ جائے۔ اس لئے کسی کو اس کے ڈھانے کی جرأت نہ ہوئی۔

ولید بن مغیرہ قریش کا ایک معزز سردار تھا۔ مگر بہت بوڑھا پھونس ہو کر مرنے کے قریب ہو گیا تھا۔ اس نے سوچا کہ قبر میں پاؤں لٹکائے تو بیٹھا ہی ہوں۔ لاؤ میں کعبہ کو ڈھانا شروع کر دوں۔ اگر مر گیا تو کل نہ مرا آج مر جاؤں گا۔ فرق کیا پڑے گا۔ لیکن اگر بچ گیا تو قوم سمجھ لے گی کہ اس کے ڈھانے کی وجہ سے کوئی عذاب نہیں آ سکتا۔

یہ سوچ کر اس نے کدال اٹھائی اور خانہ کعبہ کو ڈھانا شروع کر دیا شام تک ڈھاتا رہا اور قوم دیکھتی رہی۔

اس رات مکہ کے سارے باشندے جاگتے رہے اور منتظر رہے کہ اب ولید پر اس گستاخی اور بے ادبی کی وجہ سے خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔ مگر جب صبح کو دیکھا تو بوڑھا ولید خاصا بھلا چنگا صحن کعبہ میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔ تجربہ کامیاب رہا اور قریش کعبہ کو ڈھانے لگے۔ جب سارا ڈھا چکے تو دوبارہ تعمیر شروع ہوئی۔ قریش کے ہر قبیلے نے اس نیک کام میں حصے لینے کو اپنی سعادت سمجھا اور بجائے معماروں کے قوم کے بڑے بڑے معزز سردار پتھر ڈھونے اور عمارت بنانے میں مصروف ہوگئے۔

معزز قریش کے ساتھ وہ ہاشمی نوجوان بھی شریک تعمیر تھا جسے آگے چل کر افضل الرسل، خیر البشر اور خاتم النبیین ہونا تھا۔ کام پورے اطمینان سے ہو رہا تھا اور قریش کے تمام معززین نہایت ذوق وشوق سے اس میں حصہ لے رہے تھے کہ یکا یک اس زور سے ایک ایٹم بم گرا کہ قریب تھا کہ مکہ کی ساری آبادی اس کی لپیٹ میں آ کر ہلاک ہو جائے اور کعبہ کی دیواریں مردوں کے خون سے رنگین ہو جائیں۔

ہوا یہ کہ حجر اسود ایک مقدس پتھر تھا۔ جو دیوار کعبہ میں لگا ہوا تھا۔ جب اسے اس کی اصلی جگہ رکھنے کا وقت آیا تو ہر قوم کے سردار نے کہا کہ میں اس متبرک پتھر کو اس کی جگہ پر نصب کروں گا اور کسی کی مجال نہیں جو اس شرف کو مجھ سے چھین سکے!!

بس پھر کیا تھا۔ آن کی آن میں سارے مکہ میں آگ لگ گئی۔ ہر قبیلہ شیر کی مانند بپھر گیا۔ اینٹ گارا اور پتھر پھینک کر لوگوں نے تلواریں سنبھال لیں اور مرنے مارنے پر آمادہ ہوگئے۔ پیالوں میں انسانی خون بھر گئے اور اس میں انگلیاں ڈبو کر قسمیں کھائی گئیں کہ یا اپنا حق لیں گے یا ہمارا بچہ بچہ کٹ مرے گا۔

کعبہ کی تاریخ میں ایسا ہولناک واقعہ کبھی پیش نہیں آیا تھا۔ آج شہر کے ہر شخص کو چشم تصور سے مکہ کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہتی ہوئی اور ان میں انسانی لاشیں تیرتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ ایک تلوار ہوا میں بلند ہونے کی دیر تھی۔ فوراً ہی ذرا سی دیر میں سارے مکہ کی صفائی ہو جاتی اور کوئی شخص بھی باقی نہ رہتا۔

اس نہایت خطرناک صورت حال کو دیکھ کر بعض بڑے بوڑھوں نے آپس میں صلح صفائی کرانے کی کوشش کی، لیکن کوئی قبیلہ بھی اپنا حق چھوڑنے کو تیار نہ ہوا۔ میانوں میں تلواریں باہر نکلنے کے لئے تڑپ رہی تھیں۔ اور ترکشوں میں تیر ایک دوسرے کا سینہ چھیدنے کے لئے بے چین تھے۔ یہ جھگڑا چار دن تک ہوتا رہا مگر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔

چوتھے دن ایک معزز سردار ابو امیہ بن مغیرہ نے بہت سوچنے کے بعد سردارانِ قریش کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ کل صبح نہایت سویرے جو شخص خانہ کعبہ میں سب سے پہلے داخل ہو، وہ اس جھگڑے کا فیصلہ کردے سب لوگ اسے بلا چوں وچرا قبول کرلیں۔

منظور! منظور! ہر طرف سے آوازیں آئیں اور کل صبح کے انتظار میں ہر شخص نے بے چینی میں گھڑیاں گننی شروع کردیں۔ صبح کو سب سے پہلے جو شخص خانہ کعبہ میں داخل ہوا۔ اتفاق سے وہ سردار قریش کا پوتا، آمنہ کا لال، عبداللہ کا لخت جگر اور خدیجہ کا شوہر تھا۔

لوگوں کے چہرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی فرطِ مسرت سے روشن ہوگئے ایک شخص خوشی سے چلایا۔'' یہ صادق ہے، یہ امین ہے، ہمیں اس کا فیصلہ منظور ہے۔''

ہاشمی اپنے ایک آدمی کا یہ اعزاز دیکھ کر فخر سے پھولے نہ سمائے۔ فخر بنو ہاشم آگے بڑھا اپنے جسم سے چادر اتاری صحن کعبہ میں اسے بچھایا۔ اور حجر اسود کو اپنے ہاتھ سے اس پر رکھ دیا۔

اس کے بعد تمام سرداروں سے فرمایا کہ آپ صاحبان چادر کے کونوں کو پکڑ کر اٹھائیں۔

اپنے نوجوان ثالث کے ارشاد کی تعمیل میں سردارانِ قریش نے نہایت ذوق وشوق سے چادر کے کونوں کو پکڑ کر اوپر اٹھایا۔ نوجوان ثالث نے فرمایا: ابھی اور ابھی اور سرداران قریش چادر اوپر اٹھاتے رہے۔

جب چادر دیوار کے اس مقام تک پہنچ گئی۔ جہاں پتھر کو نصب کرنا تھا، تو ہونے والے رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے پتھر کو اٹھایا اور اس کی جگہ پر رکھ دیا۔

اس طرح اس نوجوان کی دُوراندیشی، عقلمندی اور صلح کل پالیسی کی بدولت ایک منٹ میں اس عظیم الشان فتنہ کی آگ بجھ گئی، جس کی لپیٹ سے سارا مکہ بھسم ہو کر رہ جاتا۔ کعبہ کی دیواریں اسی طرح کھڑی رہتیں اور حجر اسود بھی اسی طرح زمین پر پڑا رہتا۔ مگر مکہ کا ایک آدمی بھی زندہ نہ بچتا۔

یہ تھا میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا انصاف۔

(ہمارا آقاؐ: (27) چادر کے کونے۔ از شیخ محمد اسماعیل پانی پتی مطبوعہ قادیان 2013ء، صفحہ 85-89)

پھر جب ایک ایسا موقع آیا کہ آپؐ کو حکومت کا موقع ملا یعنی مدینہ کے قیام کے آغاز میں جب کئی مذاہب اور کئی اقوام کے شہری اکٹھے رہتے تھے اور سب کو آزادی مذہب حاصل ہوئی تھی ایسے موقع پر ایک کو دوسرے سے خطروں کا امکان نظر آ رہا تھا ایسے وقت میں ایک معاہدہ آپؐ نے تجویز فرمایا جسے میثاقِ مدینہ بھی کہتے ہیں۔ اس سے آپؐ کی عظمتِ شان نظر آتی ہے چنانچہ اس واقعہ کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ میں یوں

بیان فرمایا ہے۔

''آپؐ کے انسانی اقدار قائم کرنے اور آپؐ کی رواداری کی ایک اور مثال ہے۔ روایت میں آتا ہے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ سہل بن حنیف اور قیس بن سعد قادسیہ کے مقام پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اُن کے پاس سے ایک جنازہ گزرا۔ تو وہ دونوں کھڑے ہوگئے۔ جب ان کو بتایا گیا کہ یہ ذمیوں میں سے ہے تو دونوں نے کہا کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپؐ احتراماً کھڑے ہوگئے۔ آپؐ کو بتایا گیا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے۔ اِس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلَیْسَتْ نَفْساً۔ کیا وہ انسان نہیں ہے۔

(صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز، باب من قام لجنازت یہودی حدیث نمبر1312)

پس یہ احترام ہے دوسرے مذہب کا بھی اور انسانیت کا بھی۔ یہ اظہار اور یہ نمونے ہیں جن سے مذہبی رواداری کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ یہ اظہار ہی ہیں جن سے ایک دوسرے کے لئے نرم جذبات پیدا ہوتے ہیں اور یہ جذبات ہی ہیں جن سے پیار، محبت اور امن کی فضا پیدا ہوتی ہے نہ کہ آج کل کی دنیاداروں کے عمل کی طرح کہ سوائے نفرتوں کی فضا پیدا کرنے کے اور کچھ نہیں۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے فتح خیبر کے دوران تورات کے بعض نسخے مسلمانوں کو ملے۔ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہماری کتاب مقدس ہمیں واپس کی جائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ یہود کی مذہبی کتابیں ان کو واپس کردو۔

(السیر الحلبیہ۔ باب ذکر مغازیہ، ذکر غزوہ خیبر، جلد3، صفحہ49)

باوجود اس کے کہ یہودیوں کے غلط رویہ کی وجہ سے ان کو سزائیں مل رہی تھیں آپؐ نے یہ برداشت نہیں فرمایا کہ دشمن سے بھی ایسا سلوک کیا جائے جس سے اس کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچے۔

یہ چند انفرادی واقعات میں نے بیان کئے ہیں اور میں نے ذکر کیا تھا کہ مدینہ میں ایک معاہدہ ہوا تھا۔ اس معاہدے کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شقیں قائم فرمائی تھیں، جو روایات پہنچی ہیں ان کا میں ذکر کرتا ہوں کہ کس طرح اس ماحول میں جاکر آپؐ نے رواداری کی فضا پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس معاشرے میں امن قائم فرمانے کے لئے آپؐ کیا چاہتے تھے؟ تاکہ معاشرے میں بھی امن قائم ہو اور انسانیت کا شرف بھی قائم ہو۔ مدینہ پہنچنے کے بعد آپؐ نے یہودیوں سے جو معاہدہ فرمایا اس کی چند شرائط یہ تھیں کہ مسلمان اور یہودی آپس میں ہمدردی اور اخلاص کے ساتھ رہیں گے اور ایک دوسرے کے خلاف زیادتی یا ظلم سے کام نہ لیں گے۔ اور باوجود اس کے کہ ہمیشہ اس شق کو یہودی توڑتے رہے مگر آپؐ احسان کا سلوک فرماتے رہے یہاں تک کہ جب انتہا ہوگئی تو یہودیوں کے خلاف مجبوراً سخت اقدام کرنے پڑے۔

دوسری شرط یہ تھی کہ ہر قوم کو مذہبی آزادی ہوگی۔ باوجود مسلمان اکثریت کے تم آزاد ہو۔

تیسری شرط یہ تھی کہ تمام باشندگان کی جانیں اور اموال محفوظ ہوں گے اور ان کا احترام کیا جائے گا۔ سوائے اس کے کہ کوئی شخص جرم یا ظلم کا مرتکب ہو۔ اس میں بھی اب کوئی تفریق نہیں ہے۔ جرم کا مرتکب چاہئے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو اس کو بہرحال سزا ملے گی۔ باقی حفاظت کرنا سب کا مشترکہ کام ہے حکومت کا کام ہے۔ پھر یہ کہ ہر قسم کے اختلاف اور تنازعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فیصلے کے لئے پیش ہوں گے اور ہر فیصلہ خدائی حکم کے مطابق کیا جائے گا۔ اور خدائی حکم کی تعریف یہ ہے کہ ہر قوم کی اپنی شریعت کے مطابق۔ فیصلہ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہونا ہے کیونکہ اس وقت حکومت کے مقتدرِ اعلیٰ آپؐ تھے۔ اس لئے آپؐ نے فیصلہ فرمانا تھا لیکن فیصلہ اس شریعت کے مطابق ہوگا۔ اور جب یہودیوں کے بعض فیصلے ایسے ہوئے ان کی شریعت کے مطابق تو اس پر ہی اب عیسائی اعتراض کرتے ہیں یا دوسرے مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ جی ظلم ہوا۔ حالانکہ ان کے کہنے کے مطابق ان کی شرائط پر ہی ہوئے تھے۔

پھر ایک شرط یہ ہے کہ کوئی فریق بغیر اجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنگ کے لئے نہیں نکلے گا۔ اس لئے حکومت کے اندر رہتے ہوئے اس حکومت کا پابند ہونا ضروری ہے۔ اب یہ جو شرط ہے یہ آج کل کی جہادی تنظیموں کے لئے بھی رہنما ہے کہ جس حکومت میں رہ رہے ہیں اس کی اجازت کے بغیر کسی قسم کا جہاد نہیں کرسکتے سوائے اس کے کہ اس حکومت کی فوج میں شامل ہو جائیں اور پھر اگر ملک لڑے یا حکومت تو پھر ٹھیک ہے۔

پھر ایک شرط ہے کہ اگر یہودیوں اور مسلمانوں کے خلاف کوئی قوم جنگ کرے گی تو وہ ایک دوسرے کی امداد میں کھڑے ہوں گے۔ یعنی دونوں میں سے کسی فریق کے خلاف اگر جنگ ہوگی تو دوسرے کی امداد کریں گے اور دشمن سے صلح کی صورت میں مسلمان اور غیر مسلم دونوں کو اگر صلح میں کوئی منفعت مل رہی ہے، کوئی نفع مل رہا ہے، کوئی فائدہ ہو رہا ہے تو اس فائدے کو ہر ایک حصہ رسدی حاصل کرے گا۔ اسی طرح اگر مدینہ پر حملہ ہوگا تو سب مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔

پھر ایک شرط ہے کہ قریش مکہ اور ان کے معاونین کو یہود کی طرف سے کسی قسم کی امداد یا پناہ نہیں دی جائے گی کیونکہ مخالفین مکہ نے ہی مسلمانوں کو وہاں سے نکالا تھا۔ مسلمانوں نے یہاں آکر پناہ لی تھی اس لئے اب اس حکومت میں رہنے والے اس دشمن قوم سے کسی قسم کا معاہدہ نہیں کرسکتے اور نہ کوئی مدد لیں گے۔ ہر قوم اپنے اخراجات خود برداشت کرے گی۔ یعنی اپنے اپنے خرچ خود کریں گے۔ اس معاہدے کی رو سے کوئی ظالم یا گناہگار یا مفسد اس بات سے محفوظ نہیں ہوگا کہ اسے سزا دی جاوے یا اس سے انتقام لیا جاوے۔

(السیر النبویہ لابن ھشام ھجرت الرسولؐ ۔۔۔ ایڈیشن 2001ء، صفحہ354-355)

یعنی جیسا کہ پہلے بھی آچکا ہے کہ جو کوئی ظالم ہوگا، گناہ کرنے والا ہوگا، غلطی کرنے والا ہوگا بہرحال اس کو سزا ملے گی، پکڑ ہوگی۔ اور یہ بلا تفریق ہوگی، چاہے وہ مسلمان ہے یا یہودی ہے یا کوئی اور ہے۔

پھر اسی مذہبی رواداری اور آزادی کو قائم رکھنے کے لئے آپؐ نے نجران کے وفد کو مسجد نبوی میں عبادت کی اجازت دی اور انہوں نے مشرق کی طرف منہ کرکے اپنی عبادت کی۔ جب کہ صحابہؓ کا خیال تھا کہ نہیں کرنی چاہئے۔ آپؐ نے کہا کوئی فرق نہیں پڑتا۔

پھر اہل نجران کو جو امان نامہ آپؐ نے دیا اس کا بھی ذکر ملتا ہے اس میں آپؐ نے اپنے اوپر یہ ذمہ داری قبول فرمائی کہ مسلمان فوج کے ذریعہ سے ان عیسائیوں کی (جو نجران میں آئے تھے) سرحدوں کی حفاظت کی جائے۔ ان کے گرجے ان کے عبادت خانے، مسافر خانے خواہ وہ کسی دور دراز علاقے میں ہوں یا شہروں میں ہوں یا پہاڑوں میں ہوں یا جنگلوں میں ہوں ان کی حفاظت مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ ان کو اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے کی آزادی ہوگی۔ اور ان کی اس آزادی عبادت کی حفاظت بھی مسلمانوں پر فرض ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں کہ اب یہ مسلمان حکومت کی رعایا ہیں اس لئے اس کی حفاظت اس لحاظ سے بھی مجھ پر فرض ہے کہ اب یہ میری رعایا بن چکے ہیں۔

پھر آگے ہے کہ اسی طرح مسلمان اپنی جنگی مہموں میں انہیں (یعنی نصاریٰ کو) ان کی مرضی کے بغیر شامل نہیں کریں

گے۔ان کے پادری اور مذہبی لیڈر جس پوزیشن اور منصب پر ہیں وہ وہاں سے معزول نہیں کئے جائیں گے۔اسی طرح اپنے کام کرتے رہیں گے۔ان کی عبادت گاہوں میں مداخلت نہیں ہوگی وہ کسی بھی صورت میں زیر استعمال نہیں لائی جائیں گی۔نہ سرائے بنائی جائیں گی۔نہ وہاں کسی کو ٹھہرایا جائے گا اور نہ کسی اور مقصد میں ان سے پوچھے بغیر استعمال میں لایا جائے گا۔علما اور راہب جہاں کہیں بھی ہوں ان سے جزیہ اور خراج وصول نہیں کیا جائے گا۔اگر کسی مسلمان کی عیسائی بیوی ہوگی تو اسے مکمل آزادی ہوگی کہ وہ اپنے طور پر عبادت کرے۔اگر کوئی اپنے علماء کے پاس جا کر مسائل پوچھنا چاہے تو جائے۔گرجوں وغیرہ کی مرمت کے لئے آپؐ نے فرمایا کہ وہ مسلمانوں سے مالی امداد لیں۔اور اخلاقی امداد لیں تو مسلمانوں کو مدد کرنی چاہئے۔کیونکہ یہ بہتر چیز ہے اور اور یہ نہ قرض ہوگا اور نہ احسان ہوگا۔بلکہ اس معاہدے کو بہتر بنانے کی ایک صورت ہوگی کہ اس طرح کے سوشل تعلقات اور ایک دوسرے کی مدد کے کام کئے جائیں۔''

(ملخص۔سیاسی وثیقہ جات از عہد نبوی تا خلافت راشدہ۔از ڈاکٹر محمد حمید اللہ، صفحہ 108۔112)

(بحوالہ۔خطباتِ مسرور، جلد چہارم، صفحہ 140۔143)

اس منصفِ اعظم کے انصاف کرنے کے طریقے ایسے ہیں کہ کہیں آپ اپنے رب (خدا تعالیٰ) سے انصاف کے قیام کی غرض سے توجہ کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔اور بعد رہنمائی خدا تعالیٰ اپنا فیصلہ سناتے ہیں۔کہیں ماتحت منصفین کو انصاف کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔تو کہیں فریقین کو انصاف کے حوالے سے یہ ہدایت فرماتے ہیں کہ۔دیکھو کوئی فریق چرب زبانی سے کام لے کر مجھ سے اپنے حق میں فیصلہ کرا لیتا ہے میں تو انسان ہوں عالم الغیب نہیں ہوں اس صورت میں اپنے حق میں فیصلہ کرانے والا آگ کا ٹکڑا اپنے لئے لیتا ہے۔

منصفِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا انصاف پر مبنی ایک اہم خطاب جسے رہتی دنیا تک محفوظ رکھا جا رہا ہے وہ یوں ہے۔

''اے لوگو! میری بات کو اچھی طرح سنو کیونکہ میں نہیں جانتا کہ اس سال کے بعد کبھی بھی میں تم لوگوں کے درمیان اس میدان میں کھڑے ہو کر تقریر کروں گا۔تمہاری جانوں اور تمہارے مالوں کو خدا تعالیٰ نے ایک دوسرے کے حملہ سے قیامت تک کے لئے محفوظ قرار دیا ہے۔خدا تعالیٰ نے ہر شخص کے لئے وراثت میں اس کا حصہ مقرر کر دیا ہے۔کوئی وصیت ایسی جائز نہیں جو دوسرے وارث کے حق کو نقصان پہنچائے۔جو بچہ جس کے گھر میں پیدا ہو وہ اس کا سمجھا جائے گا اور اگر کوئی بدکاری کی بنا پر اس بچے کا دعویٰ کرے گا تو وہ خود شرعی سزا کا مستحق ہوگا۔جو شخص کسی کے باپ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتا ہے یا کسی کو جھوٹے طور پر اپنا آقا قرار دیتا ہے خدا اور اس کے فرشتوں اور بنی نوع انسان کی لعنت اس پر ہے۔اے لوگو! تمہارے کچھ حق تمہاری بیویوں پر ہیں اور تمہاری بیویوں کے کچھ حق تم پر ہیں۔ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ عفت کی زندگی بسر کریں اور ایسی کمینگی کا طریق اختیار نہ کریں جس سے خاوندوں کی قوم میں بے عزتی ہو۔اگر وہ ایسی کریں تو تم (جیسا کہ قرآن کریم کی ہدایت ہے کہ باقاعدہ تحقیق اور عدالتی فیصلہ کے بعد ایسا کیا جا سکتا ہے۔)انہیں سزا دے سکتے ہو مگر اس میں بھی سختی نہ کرنا۔لیکن اگر وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرتیں جو خاندان اور خاوند کی عزت کو بٹہ لگانے والی ہو تو تمہارا کام ہے کہ تم اپنی حیثیت کے مطابق ان کی خوراک اور لباس وغیرہ کا انتظام کرو۔اور یاد رکھو کہ ہمیشہ اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کرنا کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کی نگہداشت تمہارے سپرد کی ہے۔عورت کمزور وجود ہوتی ہے اور وہ اپنے حقوق کی خود حفاظت نہیں کر سکتی۔تم نے جب اُن کے ساتھ شادی کی تو خدا تعالیٰ کو اُن کے حقوق کا ضامن بنایا تھا اور خدا تعالیٰ کے قانون کے ماتحت اُن کو اپنے گھروں میں لائے تھے۔(پس خدا تعالیٰ کی ضمانت کی تحقیر نہ کرنا۔اور عورتوں کے حقوق کے ادا کرنے کا ہمیشہ خیال رکھنا) اے لوگو! تمہارے ہاتھوں میں ابھی کچھ جنگی قیدی بھی باقی ہیں۔میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ان کو وہی کچھ کھلانا جو تم خود کھاتے ہو اور ان کو وہی کچھ پہنانا جو تم خود پہنتے ہو۔اگر ان سے کوئی ایسا قصور ہو جائے تم معاف نہیں کر سکتے تو ان کو کسی اور کے پاس فروخت کر دو۔کیونکہ وہ خدا کے بندے ہیں اور ان کو تکلیف دینا کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔اے لوگو! جو کچھ میں تمہیں کہتا ہوں سنو اور اچھی طرح اس کو یاد رکھو۔ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔تم سب ایک ہی درجہ کے ہو۔تم تمام انسان خواہ کسی قوم اور کسی حیثیت کے ہو،انسان ہونے کے لحاظ سے ایک درجہ رکھتے ہو۔یہ کہتے ہوئے آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملا دیں اور کہا جس طرح ان دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں برابر ہیں اسی طرح تم بنی نوع انسان آپس میں برابر ہو۔تمہیں ایک دوسرے پر فضیلت اور درجہ ظاہر کرنے کا کوئی حق نہیں۔تم آپس میں بھائیوں کی طرح ہو۔پھر فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے آج کونسا مہینہ ہے؟ کیا تمہیں معلوم ہے یہ علاقہ کونسا ہے؟ کیا تمہیں معلوم ہے یہ دن کونسا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں! یہ مقدس مہینہ ہے، یہ مقدس علاقہ ہے اور یہ حج کا دن ہے۔ہر جواب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جس طرح یہ مہینہ مقدس ہے، جس طرح یہ علاقہ مقدس ہے، جس طرح یہ دن مقدس ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی جان اور اس کے مال کو مقدس قرار دیا ہے اور کسی کی جان اور کسی کے مال پر حملہ کرنا ایسا ہی ناجائز ہے جیسے اس مہینے اور اس علاقہ اور اس دن کی ہتک کرنا۔یہ حکم آج کے لئے نہیں۔کل کے لئے نہیں بلکہ اس دن تک کے لئے ہے کہ تم خدا سے جا کر ملو۔پھر فرمایا۔یہ باتیں جو میں تمہیں آج کہتا ہوں اِن کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دو کیونکہ ممکن ہے کہ جو لوگ آج مجھ سے سن رہے ہیں ان کی نسبت وہ لوگ ان پر زیادہ عمل کریں جو مجھ سے نہیں سن رہے۔''

(دیباچہ تفسیر القرآن، صفحہ 345-347)

یہ ہیں ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت منصف اعظم جن کی ایک جھلک پیش کی گئی ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلۂ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوان مرد نبیؐ اور زندہ نبیؐ اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبیؐ صرف ایک مرد کو جانتے ہیں۔یعنی وہی نبیوں کا سردار رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی۔''

(سراج منیر۔روحانی خزائن، جلد 12، صفحہ 82)

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام

علیک الصلوٰۃ علیک السلام

نوٹ: اس مضمون کی تیاری کے لئے جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے، درج ذیل ہیں۔

1۔دیباچہ تفسیر القرآن از حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2۔خطباتِ مسرور جلد چہارم
3۔ہمارا آقا۔از شیخ محمد اسماعیل پانی پتی
4۔سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کے جواب۔تصنیف حضرت مسیح موعود علیہ السلام
5۔سراج منیر۔تصنیف حضرت مسیح موعود علیہ السلام

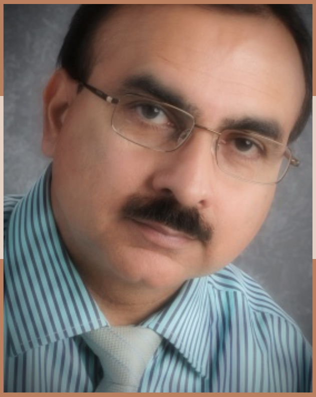

حُسنِ روحانی میں سکونِ قلب

مکرم ڈاکٹر الطاف قدیر صاحب

سائیکلوجی یا علم النفس کی ابتدا درحقیقت رسول کریم ﷺ اور قرآن کریم کے ذریعہ ہی ہوئی ہے۔

(حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

جب نقدِ جان سونپ دیا تجھ کو جانِ من
پاس آسکے بھلا مرے خوف و خطر کہاں

(کلام محمودؓ)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس شعر پر غور، اک پل میں زندگی کی گھڑیوں کو ایک ایسے مقام پر لے آتا ہے جہاں سے زندگی کے ادوار کی گہرائیوں کو جانچتے ہوئے سکونِ دل کی دنیا میں نئی بہار آتی ہے۔ کلام محمودؓ کے اشعار کا سحر انگیز اور پُر معارف سفر پھر اس شعر کی وسعتوں کے دامن میں مزید پُر معنی ہو جاتا ہے۔

فرائڈ کا ہے ذکر ہر اک زباں پر
ہیں بھولے ہوئے اب بخاری، نسائی

(کلام محمودؓ)

سکونِ قلب کی تلاش میں انسان آج بہت سے راستے اپنا رہا ہے۔ کہیں کچھ پیش رفت ہوتی ہے تو کبھی منزلیں دُور ہو جاتی ہیں۔ صدیوں پر پھیلا گردشوں اور محنتوں کا سفر بدلتے موسم لئے ہوئے ہے۔ ہارورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ڈیوڈ روسمیرن (David H Rosmarin) جو Spirituality and Mental Health Program at McLeanHospital کے ڈائریکٹر ہیں، انہوں نے نفسیاتی علاج میں مدد کے لئے روحانی عوامل کو بھی کسی حد تک شامل کیا ہے۔

(بحوالہ ہارورڈ گزٹ 5 ستمبر 2019ء)

اسی طرح بعض دانش گاہوں میں سپر چوئل سائیکالوجی کے مضمون میں ڈگری کی سطح پر تعلیم کے لئے اقدامات ہوئے ہیں۔

(بحوالہ Mc Leans 13 اپریل 2015ء)

بعض ماہرین کی تھیوری کے عدسے سے صرف اس مادی دنیا کی زندگی کے محدود عوامل کے کچھ پہلو ہی نظر آتے ہیں۔ حسنِ روحانی کی آنکھوں سے دو جہاں کی زندگی کے سب رنگ درخشاں ہوتے ہیں، جہاں سکون قلب خالق حقیقی کے قرب اور اگلے جہان کی تفہیم کے سائے میں بڑھتا ہے۔ اگلے جہان کی روحانی منزلوں کے خدائی وعدے اس جہان کی زندگی میں سکون قلب کی دھڑکنیں بن جاتی ہیں۔ دل دعا کا سمندر بن جاتا ہے، صبر و رضا کی چاندنی سے برکتیں، رحمتیں اور خلافت کی قربتیں سجتی رہتی ہیں۔ فدائیت اور محبت کی وہ مثالیں قائم ہوتی جاتی ہیں کہ دولت جسم وجاں بھی لٹا کر روحانی سکون ملتا ہے۔ خالق حقیقی کے عشق میں عشق کی وہ اڑان ہوتی ہے کہ خود عشق کا حسن بھی خدا کی رضا بن رہا ہوتا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”کیونکہ انسانی ذہنیت اس قسم کی ہے کہ جب اس پر کوئی اثر ڈالا جائے اور اس کے خیالات کسی خاص طرف مائل کئے جائیں تو آہستہ آہستہ وہ ان اثرات کو قبول کر لیتا ہے۔ سائیکالوجی یا علم النفس کی ابتدا درحقیقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے ذریعہ ہی ہوئی ہے۔“ (تفسیر کبیر، جلد 7 صفحہ 44)

ظاہری و باطنی علوم سے پر ہستی نے اس پر معارف نکتہ کو بیان فرما کر کئی علوم کے سمندروں کو یوں ملایا کہ تحقیق، تعلیم، روحانی امور اور تدبیر کے راستوں کو نئے اجالے دیئے ہیں۔ سائیکالوجی یا علم النفس کے بارہ میں گرانقدر راہیں قرآن کریم کی آیات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے تلاش کی جاسکتی ہیں۔ قرآن کریم کی بہت سی آیات اور ان کی تفاسیر اور خلافتِ احمدیہ کے سائے میں صحبتِ صالحین سے روحانی رفعتوں میں نفس کی ترقی کے راستے تلاش کئے جاسکتے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اسلامی اصول کی فلاسفی ایک اہم تصنیف ہے جس میں انسان کی روحانی ترقیات کے لئے راہنمائی کے بہت سے دیئے روشن ہیں۔ اسی کتاب میں کانشنس کا ایک ذکر یوں ملتا ہے۔

”ایسا ہی ایک علم کا ذریعہ انسانی کانشنس بھی ہے جس کا نام خدا کی کتاب میں انسانی فطرت رکھا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا (سورۃ الروم 30:31) یعنی خدا کی فطرت جس پر لوگ پیدا کئے گئے۔ اور وہ نقش فطرت کیا ہے؟ یہی ہے کہ خدا کو واحد لاشریک، خالق الکل، مرنے اور پیدا ہونے سے پاک سمجھنا۔ اور ہم کانشنس کو علم الیقین کے مرتبہ پر اس لئے کہتے ہیں کہ گو بظاہر اس میں ایک علم سے دوسرے علم کی طرف انتقال نہیں پایا جاتا ہے جیسا کہ دھوئیں کے علم سے آگ کے علم کی طرف انتقال پایا جاتا ہے۔ لیکن ایک قسم کے باریک انتقال سے یہ مرتبہ خالی نہیں ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک چیز میں خدا نے ایک نامعلوم خاصیت رکھی ہے جو بیان اور تقریر میں نہیں آسکتی۔ لیکن اس چیز پر نظر ڈالنے اور اس کا تصور کرنے سے بلاتوقف اس خاصیت کی طرف ذہن منتقل ہو جاتا ہے۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن، جلد 10، صفحہ 434-435)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انسان کی طبعی حالتوں اور روحانی حالتوں میں ترقی کے لئے بھی ایک اہم تعلق دکھایا جس سے سکونِ دل کی بہت سی راہیں وابستہ ہیں۔ اسی عمل میں ترقی کا ایک اور مرحلہ انسان کا اپنے خالق حقیقی کی خالص محبت اور رضا میں رفعتیں حاصل کرنے کا ہے۔ اگر سکون دل کی تلاش کے سفر میں ظاہری نظام اور روحانی نظام کے تعلق کی گہرائی کو سمجھا جائے تو بہت سی منزلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا:

”قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ظاہری نظام اور روحانی نظام میں ایک شدید مماثلت اور مشابہت کا دعویٰ کرتا ہے اور بار بار روحانی عالم کے سمجھانے کے لئے جسمانی عالم کی مثالیں دیتا ہے۔ کبھی الہام کو پانی کے مشابہ قرار دے کر اس کے اثرات اور کلام الٰہی کے اثرات کی مشابہت کو پیش کرتا ہے۔ کبھی زمین وآسمان کے تعلقات سے روح اور جسم کے تعلقات پر روشنی ڈالتا ہے۔ کبھی روشنی اور آنکھ کے تعلقات سے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ اندرونی قابلیتوں کے بغیر صداقت نفع نہیں دیتی۔ غرض بیسیوں بلکہ سینکڑوں سبق جسمانی نظام سے حاصل کرنے کے لیے وہ ہمیں توجہ دلاتا ہے۔“

(تفسیر کبیر، جلد 4 صفحہ 29)

قرآن کریم نے متعدد جگہوں پر چیزوں کے جوڑے ہونے کا ذکر کیا ہے، جیسے پھل دار درختوں کے جوڑے، جانوروں کے جوڑے۔ اسی طرح سائنس نے جمادات کے ذرات میں بھی جوڑے دریافت کئے ہیں۔ انسانی دماغ کے حوالے سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں:

’’اس مثال سے بھی یہ بتایا ہے کہ جس طرح باقی ہر چیز کو خدا تعالیٰ نے جوڑا بنایا ہے۔ اسی طرح انسانی دماغ کا حال ہے جب تک اس پر خدا کا نور نازل نہ ہو۔ اسے صحیح معرفت جو الہام اور عقل کا نتیجہ ہے حاصل نہیں ہوتی۔ اور اسی طرح یہ بھی درست ہے کہ جب عقل صحیح اور الہام آسمانی مل جاویں تو انہیں باردار ہونے سے بھی کوئی روک نہیں سکتا۔‘‘ (تفسیر کبیر، جلد3، صفحہ 383)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دماغ کے ساتھ الہام اور عقل کا ذکر فرما کر سائنسی علوم، روحانیت، نفسیات اور جملہ شعبہ ہائے علوم کے لئے ایسی روشنی عطا کی ہے جو تمام ادوار کے لئے آسمانی نور کے ساتھ منزلوں کے نشان دکھا سکتی ہے۔ حسن روحانی میں سکون دل کی واضح راہیں ہیں جب کہ محض مادی علوم کے عدسہ سے ان وسعتوں کو نہیں پایا جا سکتا ہے۔ 1998ء میں ایک کتاب نے الہام، عقل، علم اور سچائی کے مضامین کو نمایاں دلائل اور تمثیلات کے ساتھ پیش کیا۔ یہ معرکہ آرا کتاب
Revelation, Rationality, Knowledge Truth& کے عنوان سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی ایک یادگار تصنیف ہے۔ اس کتاب کے انتساب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان دو کتب کا ذکر بھی ملتا ہے: (1) براہین احمدیہ (2) اسلامی اصول کی فلاسفی۔ ان کتب نے خدا تعالیٰ سے ملنے والے عرفان اور الہام کے نور کی کرنوں سے آنے والی صدیوں کے لئے بھی ہر جہت اور ہر علم کے لئے راہنمائی کے دیئے کشاں کشاں جلا رکھے ہیں۔ تجربہ، تاریخ اور الہام کے منبع سے علوم کے خزائن کی گہرائی کو سمجھایا گیا ہے۔ جسمانی وجود، روحانی وجود، قرب خدا کی منازل اور اس کے لئے کاوشیں نیز خدا سے محبت کے راستوں کا ایک ذکر براہین احمدیہ میں یوں ملتا ہے:

’’جیسا کہ جسمانی وجود کی روح جسمانی قالب طیار ہونے کے بعد جسم میں داخل ہوتی ہے ایسا ہی روحانی وجود کی روح روحانی قالب طیار ہونے کے بعد انسان کے روحانی وجود میں داخل ہوتی ہے۔ یعنی اس وقت جب کہ انسان شریعت کا تمام جوا اپنی گردن پر لے لیتا ہے اور مشقت اور مجاہدہ کے ساتھ تمام حدودِ الٰہیہ کے قبول کرنے کے لئے طیار ہوتا ہے اور ورزش شریعت اور بجا آوری احکام کتاب اللہ سے اس لائق ہو جاتا ہے کہ خدا کی روحانیت اس کی طرف توجہ فرماوے اور سب سے زیادہ یہ کہ اپنی محبت ذاتیہ سے اپنے تئیں خدا تعالیٰ کی محبت ذاتیہ کا مستحق ٹھیرا لیتا ہے جو برف کی طرح سفید اور شہد کی طرح شیریں ہے۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ، حصہ پنجم۔ روحانی خزائن، جلد19، صفحہ 219)

انسان کی طبیعت میں بعض عوامل کو اپنانے کے عمل کے بارہ میں نفسیات اور قرآن کریم کے ایک نکتہ کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

’’انسان کو اپنی زندگی میں اتنے امور سے واسطہ پڑتا ہے کہ ہر امر کی بابت تحقیق کرنا اس کے لئے ناممکن ہوتا ہے۔ اس لئے کچھ نہ کچھ امور میں وہ ایسے لوگوں کے خیالات کو قبول کر لیتا ہے جن پر اسے اعتقاد ہوتا ہے۔ سائیکالوجی والے (علم نفس کے ماہرین) کہتے ہیں کہ انسان میں نقل کرنے کا مادہ اس کا سب سے بڑا خاصہ ہے۔ اسی بات کو اس جگہ شِیعِ الاولِین کہہ کر بیان کیا گیا ہے۔ یعنی مختلف جتھے جو کسی نہ کسی سبب سے آپس میں متحد تھے۔‘‘

(تفسیر کبیر، جلد4، صفحہ 23)

اطمینانِ قلب کے عارضی اور تادیر حصول کی صورت کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

’’اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے دلی یکسوئی (Concentration of mind) کا بڑا حصہ پاتے ہیں۔ وہ لوگ کبھی کوئی سیاسی مقصد اپنے سامنے رکھ لیتے ہیں۔ کبھی تعلیمی مقصد اپنے سامنے رکھ لیتے ہیں۔ کبھی تمدنی مقصد سامنے رکھ لیتے ہیں۔ اور متواتر کوششوں سے کچھ کامیابیاں بھی دیکھ لیتے ہیں۔ ان لوگوں کو بھی ظاہری طور پر اطمینان قلب حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ اطمینان قلب ایسا ہی ہوتا ہے جیسے بچہ کو کھلونا مل جانے سے ہوتا ہے۔ ان کے اطمینان قلب کی وجہ مقاصد عالیہ کا پورا ہونا نہیں ہوتا بلکہ مقاصد عالیہ کو بھلا دینا ہوتا ہے۔ وہ فکری افیون کا شکار ہوتے ہیں۔ ان کا دماغ انہیں فکری افیون کھلا دیتا ہے اور وہ درد کی موجودگی میں اس کے احساس سے محروم ہو جاتے ہیں۔‘‘

(تفسیر کبیر، جلد 7، صفحہ 698)

سکونِ قلب کے حقیقی حصول کے لئے خالقِ حقیقی سے تعلق، آخرت کے لئے تیاری اور قربانیوں کی راہوں میں آگے بڑھنے کا پورا مضمون قرآن کریم کو پاکیزگی کے ساتھ سمجھنے اور عمل کرنے سے راہِ فلاح بنتا ہے۔ انسانی جسم اور روح میں تعلق کے بارہ میں قرآن کریم میں بہت سے اہم پہلوؤں کا بیان ہے، جس میں حسنِ روحانی میں سکون دل کے لطیف پہلو نمایاں کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک پہلو کے ذکر میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں:

’’انسانی جسم اور روح کا ایسا گہرا تعلق ہے کہ ایک کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے۔ جس طرح غم کی خبر سن کر جسم ایسا متاثر ہوتا ہے کہ اس پر اداسی کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جسم کو جب کوئی صدمہ پہنچتا ہے تو روح بھی غمگین ہو جاتی ہے۔ اور یہی حال خوشی کا ہے۔ پس قلب کو خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے کا ایک یہ بھی طریق ہے کہ عبادت کے وقت جسم کو بھی کسی ایسی حالت میں رکھا جائے جس سے تذلل پیدا ہو اور اس کا اثر روح پر پڑ کر دل میں بھی رقت اور نرمی پیدا ہو جائے۔ اور انسان خدا تعالیٰ کی طرف ایک جوش کے ساتھ متوجہ ہو جائے۔‘‘ (تفسیر کبیر، جلد7، صفحہ 643)

سکونِ قلب تخلیقی صلاحیتوں، روحانی قربتوں، حقیقی جستجو اور تحقیق کے گلستانوں کی بہار کے رنگ مہدیٔ دوراں کے روحانی خزائن کی پُر نور معرفت سے خوش رنگ پھول بن سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی وسعتوں اور ہمہ جہت بلندیوں میں تمام دنیا کے لئے کامیابی کا اہم نکتہ ان الفاظ میں بیان فرمایا:

’’جب ہم فکر کے ذریعہ سے یا کسی اور طریق جستجو کے ذریعہ سے کسی تدبیر اور علاج کو طلب کرتے ہیں یا اگر ہم طلب کرنے میں احسن طریق کا ملکہ نہ رکھتے ہوں یا اگر اس میں کامل نہ ہوں تو مثلاً اس غور اور فکر کے لئے کسی ڈاکٹر کو منتخب کرتے ہیں اور وہ ہمارے لئے اپنی فکر اور غور کے وسیلہ سے کوئی احسن طریق ہماری شفا کا سوچتا ہے تب اس کو قانونِ قدرت کی حد کے اندر کوئی طریق سوجھ جاتا ہے جو کسی درجہ تک ہمارے لئے مفید ہوتا ہے۔ سو وہ طریق جو ذہن میں آتا ہے وہ درحقیقت اس خوض اور غور اور فکر اور توجہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جس کو ہم دوسرے لفظوں میں دعا کہہ سکتے ہیں کیونکہ فکر اور غور کے وقت جب کہ ہم ایک مخفی امر کی تلاش میں نہایت عمیق دریا میں اتر کر ہاتھ پیر مارتے ہیں تو ہم ایسی حالت میں بزبانِ حال اس اعلیٰ طاقت سے فیض طلب کرتے ہیں جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں غرض جب کہ ہماری روح ایک چیز کے طلب کرنے میں بڑی سرگرمی اور سوز و گداز کے ساتھ مبدِ فیض کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے اور اپنے تئیں عاجز پا کر فکر کے ذریعہ سے کسی اور جگہ سے روشنی ڈھونڈتی ہے تو درحقیقت ہماری وہ حالت بھی دعا کی لیک حالت ہوتی ہے ۔ اسی دعا

کے ذریعہ سے دنیا کی کل حکمتیں ظاہر ہوئی ہیں اور ہر ایک بیت العلم کی کنجی دعا ہی ہے اور کوئی علم اور معرفت کا دقیقہ نہیں جو بغیر اس کے ظہور میں آیا ہو۔ ہمارا سوچنا، ہمارا فکر کرنا اور ہمارا طلب امر مخفی کے لئے خیال کو دوڑانا یہ سب امور دعا ہی میں داخل ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ عارفوں کی دعا آداب معرفت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے اور ان کی روح مبدٔ فیض کو شناخت کر کے بصیرت کے ساتھ اس کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے اور مجوبوں کی دعا صرف ایک سرگردانی ہے جو فکر اور غور اور طلب اسباب کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔''

(ایام الصلح۔ روحانی خزائن، جلد 14، صفحہ 229-230)

مہدیٔ دوراں کے ان معارف سے سکون دل، دعا کی تفہیم کے اہم نکات، دریافت کی راہیں، تحقیق اور تخلیقی عوامل کے مراحل نئی بہاروں کے ساتھ دل و دماغ میں نئے سورج کی طرح طلوع ہوتے ہیں۔ غور و فکر کی ہر نئی لہر میں معارف کے نئے سمندر مل سکتے ہیں۔ دینی اور دنیاوی علوم میں تعلق کے نئے آسمان ملتے ہیں۔

معروف رسالہ نیشنل جیوگرافک کے مئی 2017ء کے شمارے میں صفحہ 43 پر یہ امور مختلف تحقیقات اور ماہرین کی آرا سے اخذ کر کے پیش کئے گئے ہیں، جیسے انسانی ذہن میں خیالات کا اچانک آ جانا، کسی مسئلے کا حل ذہن میں یک لخت ابھر آنا، کبھی کسی غیر متوقع جگہ پر کھڑے ہوئے مسئلے کا حل ذہن میں آنا، خواب میں مسئلے کا حل ملنا، کبھی مسئلے کا حل ذہن میں آنے میں کچھ وقت گزرنا۔ اسی طرح مسئلے کے حل کا خاکہ ہم ذہن کو دیتے ہیں اور کبھی جواب لاشعوری طور پر تکمیل پا کر اچانک سامنے آ جاتا ہے۔

معروف رسالہ ٹائم کے اسپیشل ایڈیشن بعنوان دی سائنس آف کریٹیویٹی The Science of Creativity (18/2/11) کے صفحہ 84 پر یہ بات پیش کی گئی ہے کہ تخلیقی صلاحیتوں میں نکھار سکون دل اور فلاح کے احساس کو فروغ دیتا ہے۔ دور حاضر میں اس کی اہمیت مزید عیاں ہے۔ مذکورہ اہم نکات، تحقیقی نتائج اور حوالہ جات کو ملا کر سوچیں تو سکون قلب کے لئے انفرادی اور اجتماعی رنگ میں بہت سے راستوں کے نقوش ابھرتے ہیں۔

خدائے رحمان کے کلام کو سمجھ کر ذکر خدا اور تطمئن القلوب کے مفہوم میں نئی کامیابیاں مل سکتی ہیں۔ قرآن کریم میں انسانوں کے مزاج اور حالات کے عکس میں کیفیات کے پُرحکمت اشارے ہیں جن سے راہنمائی حاصل کر کے روحانی منزلوں کی جانب پیش قدمی کی جا سکتی ہے۔ انسان کی ان کیفیات کے ذکر میں خدا تعالیٰ نے طبیعت کو ضبط میں لانے اور زندگی کے ہر دور کے لحاظ سے صلاحیتوں کے استعمال میں ربط لانے کے پیمانے واضح کر دیئے ہیں۔ قرآنی آیات میں ان پہلوں کے بارہ میں بہت سی تفصیلات کا بیان ہے، مثال کے طور پر، انسان میں بے اعتدالیوں اور پرہیزگاریوں میں تمیز کی صلاحیت، انسان میں روحانی اور مادی ترقی کا مادہ، فطرت صحیحہ، انسان کی طبیعت میں جلد بازی، احسن تقویم اور بہت سے لطیف مضامین کا بحر بیکراں ہے۔ درج ذیل دو آیات کی معنوی گہرائی میں بہت سے مضامین اور اسباق کا احاطہ ہے۔

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ○ (سورۃ بنی اسرائیل 12:17)

اور انسان شر ایسے مانگتا ہے جیسے خیر مانگ رہا ہو۔ اور انسان بہت جلد باز ہے۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (سورۃ یونس 13:10)

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچے تو اپنے پہلو کے بل (لیٹے ہوئے) یا بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے ہمیں پکارتا ہے۔ مگر جب ہم اس سے اس کی تکلیف دُور کر دیتے ہیں تو وہ یوں گزر جاتا ہے جیسے اس نے کبھی ہمیں اس دکھ کی طرف بلایا ہی نہ ہو جو اسے پہنچا ہو۔ اسی طرح حد سے بڑھنے والوں کو خوبصورت بنا کر دکھایا جاتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔

ربّ دو جہاں نے اپنے کلام میں انسان کو اپنی جذباتی کیفیات کو لحہ لحہ پرکھنے، روحانیات اور علم النفس (سائیکالوجی) کی وسعتوں کو سمجھنے نیز دو جہاں میں فلاح کی کامیاب راہیں دکھائی ہیں۔ اسی طرح علوم و معرفت کے بہت سے خزائن پیش کئے ہیں جن پر غور و فکر میں لازوال وسعتیں ہیں۔

دنیا کے ہر دل کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی راہنمائی، سکون قلب کا حقیقی پیغام ہے۔ حضور کی پُرسوز دعائیں جہان بھر کے لئے ایک عظیم انعام ہیں۔ دنیا کو سکون قلب دینے کے لئے پیارے حضور کی معرفت سے بھری روحانی باتیں ہر خطاب میں موجزن ہیں۔

دنیا کے لئے اہم پیغام ہے کہ اُن کے لفظ لفظ کی معنوی وسعتوں سے نور لے کر اطمینانِ قلب اور امنِ عالم کی شاہ راہوں پر گامزن ہو جائے۔ خدا کا فضل ہمارے شامل حال رہے۔ آمین۔

سخنوروں کے شہر میں وہ شہ سخن کمال است

مکرم مبارک صدیقی صاحب لندن

سخنوروں کے شہر میں وہ شہ سخن کمال است
گلاب تو ہزار ہیں وہ گل بدن کمال است

مِرے لئے وہی تو ہے متاعِ جاں جمالِ زیست
اگر وہ ساتھ چھوڑ دے، مِرے لئے جہان نیست

سنو گے اس کی گفتگو کھو گے بات ختم شد
ملے جو آفتاب سے کہو گے رات ختم شد

یونہی عطا نہیں ہوا اسے مقامِ دلبری
مجھے دکھا تو سہی کرے جو اس کی ہمسری

اسی پہ جاں فریفتہ یہ دل بصد نیاز ہے
غزل غزل سا شخص وہ جو سر تا پا نماز ہے

اگر ملے نہ یار تو گہر تمام سنگ و خشت
کہ عاشقوں کے واسطے وِصالِ یار ہے بہشت

دِلم درِ فراقِ تو، جوں طفلِ اشکبار ہو
اذاں کے انتظار میں جوں گوشِ روزہ دار ہو

اے شاہِ گل مِرے لئے تری رضا ہے تاج و تخت
یہی ہے میری داستاں یہی ہے میری سرگزشت

تو پیار سے جو دیکھ لے تو ساغر و شراب کیا
کلام ہو ترا اگر تو نغمہ و رباب کیا

سدا رہے تو شادماں گلاب سے اے دلبرم
میں اپنا حال کیا کہوں میں جان و دل سے تو شدم

میرا گھر، میری جنت

محترمہ عابدہ اقبال صاحبہ

میرا گھر میری جنت یہ فقرہ لکھنا جتنا آسان ہے اس کی گہرائی میں جائیں تو پتہ چلے گا کہ کتنا مشکل کام ہے۔ ایک گھر کو جنت بنانے میں خاتونِ خانہ کو بہت سی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ گھر میں موجود ہر فرد کا ہر ممکن خیال رکھنا ہوتا ہے۔ خاص طور پر صاحبِ خانہ کا، جی ہاں گھر کے سربراہ کا۔ ہم مسلمان ہیں اور ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ اپنے شوہر کی خوشی کا ہر دم خیال رکھیں، ان کے ہر حکم کی تعمیل کریں۔ ہر کام میں ان کی رائے کا احترام کریں گے تو ہی گھر آپ کی جنت بنے گا۔ اگر آپ کے ساتھ بزرگ یعنی ساس سسر بھی رہتے ہیں تو ان کا خاص خیال رکھیں۔ ان کے کھانے پینے کا خیال رکھیں اور انہیں اپنے گھر میں ہر لحاظ سے اہمیت دیں۔ انہیں اپنے والدین کی ہی طرح سمجھیں اور اگر کسی وقت وہ کسی بات پر ناراض بھی ہوں یا سخت لہجے میں آپ کو یا بچوں کو کچھ کہہ دیں تو برداشت کریں، اپنے والدین بھی تو کبھی کچھ کہہ ہی دیتے ہیں۔ صبر کریں گی تو ان شاء اللہ آپ کا گھر جنت محسوس ہوگا۔ قرآن کریم میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی گئی ہے اور یہاں تک کہا گیا ہے کہ انہیں اُف تک نہ کہو بلکہ ان سے حسن سلوک کرو اور ان کے لئے ہمیشہ دعا کرو،

رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيرًا۔

(سورۃ بنی اسرائیل 25:17)

یعنی اے ہمارے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں ہم پر رحم کیا۔

تو وہ والدین آپ کے بھی ہو سکتے ہیں اور آپ کے خاوند کے بھی۔ اگر ہم اس پر عمل کریں گے تو یقین رکھیں کل کو ان شاء اللہ آپ کی اولاد آپ کی اطاعت گزار اور خدمت کرنے والی ہوگی اور آپ کا گھر نہ صرف جنت ہوگا بلکہ آپ کا مستقبل بھی جنت ہوگا۔

میاں بیوی اگر ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھیں، ایک دوسرے کی پسند کو مقدم رکھیں ایک دوسرے کی بات مانیں تو گھر جنت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ط

(سورۃ البقرۃ 188:2)

وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔

لباس کا کام صرف جسم ڈھانپنا ہی نہیں بلکہ خوبصورت دکھانا بھی ہے۔ یعنی میاں بیوی ایک دوسرے کی کمزوریوں پر پردہ ڈالیں گے اور علیحدگی میں ایک دوسرے کی کمزوریاں دور کرنے کی کوشش کریں گے تو ان شاء اللہ گھر ضرور جنت بنے گا۔

شوہر کو چاہئے کہ حتی الوسع اپنی بیوی کو خوش رکھنے کی کوشش کرے، محنت سے رزقِ حلال کمائے۔ گھر کے کاموں میں بھی اس کا ساتھ دینے کی کوشش کرے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اس کی دلجوئی کرے اس طرح گھر میں پیار اور محبت کی فضا قائم ہوتی ہے۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مرد اپنے والد کے مال کا نگران ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارہ میں پوچھا جائے گا اور فرمایا تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اس سے اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(صحیح بخاری کتاب الجمع۔ باب الجمع فی القری والمدن)

تو اس روایت میں مختلف طبقوں کے بارہ میں ذکر ہے کہ وہ اپنے اپنے ماحول میں نگران ہیں لیکن اس وقت میں کیونکہ مردوں کے بارہ میں ذکر کر رہا ہوں اس لئے اس بارہ میں تھوڑی سی وضاحت کر دوں۔ عموماً اب یہ رواج ہو گیا ہے کہ مرد کہتے ہیں کیونکہ ہم پر باہر کی ذمہ داریاں ہیں، ہم کیونکہ اپنے کاروبار میں، اپنی ملازمتوں میں مصروف ہیں اس لئے گھر کی طرف توجہ نہیں دے سکتے اور بچوں کی نگرانی کی ساری ذمہ داری عورت کا کام ہے۔

تو یاد رکھیں کہ بحیثیت گھر کے سربراہ مرد کی ذمہ داری ہے کہ اپنے گھر کے ماحول پر بھی نظر رکھے، اپنی بیوی کے بھی حقوق ادا کرے اور اپنے بچوں کے بھی حقوق ادا کرے، انہیں بھی وقت دے ان کے ساتھ بھی کچھ وقت صرف کرے چاہے ہفتہ کے دو دن ہی ہوں، ویک اینڈز weekends پر جو ہوتے ہیں۔ انہیں مسجد سے جوڑے، انہیں جماعتی پروگراموں میں لائے، ان کے ساتھ تفریحی پروگرام بنائے، ان کی دلچسپیوں میں حصہ لے تاکہ وہ اپنے مسائل ایک دوست کی طرح آپ کے ساتھ بانٹ سکیں۔ بیوی سے اس کے مسائل اور بچوں کے مسائل کے بارہ میں پوچھیں، ان کے حل کرنے کی کوشش کریں۔ پھر ایک سربراہ کی حیثیت آپ کو مل سکتی ہے۔ کیونکہ کسی بھی جگہ کے سربراہ کو اگر اپنے دائرہ اختیار میں اپنے رہنے والوں کے مسائل کا علم نہیں تو وہ تو کامیاب سربراہ نہیں کہلا سکتا۔ اس لئے بہترین نگران وہی ہے جو اپنے ماحول کے مسائل کو بھی جانتا ہو۔ یہ قابلِ فکر بات ہے کہ آہستہ آہستہ ایسے لوگوں کی تعداد بڑھ رہی ہے جو اپنی ذمہ داریوں سے اپنی نگرانی کے دائرہ سے فرار حاصل کرنا چاہتے ہیں یا آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور اپنی دنیا میں مست رہ کر زندگی گزارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو مومن کو، ایک احمدی کو، ان باتوں سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہونا چاہئے۔ مومن کے لئے تو یہ حکم ہے کہ دنیاداری کی باتیں تو الگ رہیں، دین کی خاطر بھی اگر تمہاری مصروفیات ایسی ہیں، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے تم نے مستقلاً اپنا یہ معمول بنا لیا ہے، یہ روٹین بنا لی ہے کہ اپنے گردو پیش کی خبر ہی نہیں رکھتے، اپنے بیوی بچوں کے حقوق ادا نہیں کرتے، اپنے ملنے والوں کے حقوق ادا نہیں کرتے، اپنے معاشرے کی ذمہ داریاں نہیں نبھاتے، تو یہ بھی غلط ہے۔ اس طرح تقویٰ کے اعلیٰ معیار قائم نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ معیار حاصل کرنے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرو اور بندوں کے حقوق بھی ادا کرو۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2 جولائی 2004 مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 16 جولائی 2004ء)

بیوی کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کا مکمل طور پر ساتھ دے اور جتنا وہ کمائے اپنے گھر کو اس کے مطابق چلائے، زیادہ کا مطالبہ نہ کرے کیونکہ یہ پھر لڑائی جھگڑے اور فساد کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ ہمیشہ دونوں قرض لینے سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہر آن دعا کریں کہ وہ اپنی جناب سے آسانیاں پیدا کرے اور ان کے رزق میں برکت

دے اور کسی کا محتاج نہ کرے۔

گھر کو جنت بنانے کے لئے خاتونِ خانہ کا کردار بہت اہم ہے۔ اپنے گھر کو جنت بنانے کے لئے اس کو بڑی حکمتِ عملی، صبر اور حوصلہ سے کام لینا چاہئے۔ کتنا بھی مشکل وقت کیوں نہ آئے وہ صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ سب سے پہلے دعا سے کام لے۔ خاموشی بھی بہت سی پریشانیوں سے بچاتی ہے۔ اس لئے بعض اوقات خاموشی اختیار کرنے سے بھی انسان بہت سی تکلیفوں سے بچ جاتا ہے۔ صدقہ خیرات ضرور کریں اس سے بھی اللہ تعالیٰ بہت سی پریشانیاں اور بیماریاں ٹال دیتا ہے۔

گھر میں بچوں کی تربیت بھی پیار محبت سے کریں۔ خود بھی نماز کی پابندی کریں، قرآن پاک پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ سے لو لگائیں اور بچوں کی تعلیم کا خاص خیال رکھیں۔ انہیں بچپن میں ہی نماز اور قرآن پاک پڑھنا سکھائیں اور انہیں باقاعدگی سے پڑھنے کی تلقین کریں۔ اپنے بچوں کا واجبی احترام کریں اور انہیں بھی بڑوں کا ادب واحترام کرنے والا اور فرمانبردار بنائیں۔ ان کی دنیاوی تعلیم کی طرف بھی توجہ دیں۔ انہیں تعلیم صرف اس لئے نہ دیں کہ وہ پیسے بنانے والی مشین بن جائیں بلکہ تعلیم اس لئے دیں کہ ان میں روحانی ترقی بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ سے حقیقی پیار کرنے والے، اس کی رضا میں راضی رہنے والے، اور اس کی عبادت دلی خوشی سے کرنے والے ہوں۔ آپ کے بچے بڑوں کی عزت اور اپنے سے چھوٹوں سے پیار کرنے والے ہوں تو ہمارا گھر حقیقی جنت کا نمونہ بن جائے گا۔

ہماری کاوشیں کچھ بھی رنگ نہیں لاسکتیں جب تک ہم اللہ تعالیٰ سے دعا نہ مانگیں۔ اس لئے سب سے پہلے اپنے ہر معاملہ میں دعا سے کام لیں اور پھر اپنی کوشش جاری رکھیں۔

اللہ تعالیٰ بہت رحم اور فضل کرنے والا ہے ان تمام کوششوں میں ضرور برکت ڈالے گا۔ ان شاءاللہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہمیشہ ہمیں اپنے گھروں کو جنت بنانے کے لئے درج ذیل دعا کا بہت زیادہ ورد کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”رَبَّنَاھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ○ (سورۃ الفرقان 75:25)

اولاد کے قرۃ العین ہونے کے لئے ہمیشہ دعا کرتے رہنا چاہئے۔ تو جب ہر وقت انسان یہ دعا کرتا رہے کہ اے اللہ! تو ہم پر رحمت کی نظر کر، اور ہم پر رحمت کی نظر ہمیشہ ہی رکھنا، کبھی شیطان کو ہم پر غالب نہ ہونے دینا، ہماری غلطیوں کو معاف کردینا اور ہم تجھ سے تیری بخشش کے بھی طالب ہیں، ہمارے گناہ بخش اور ہمارے گناہ بخشنے کے بعد ہم پر ایسی نظر کر کہ ہم پھر کبھی شیطان کے چنگل میں نہ پھنسیں اور جب اتنے فضل تو ہم پر کردے تو ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والا بنا، ان کو یاد رکھنے والا بنا اور سب سے بڑی نعمت جو تو نے ہمیں دی ہے وہ ایمان کی نعمت ہے، ہمیشہ ہمیں اس پر قائم رکھ، کبھی ہم اس سے دُور جانے والے نہ ہوں اور دعا پڑھتے رہیں۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً ج اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ ○

(سورۃ آل عمران 9:3)

اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تو ہمیں ہدایت دے چکا ہو اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر۔ یقیناً تو ہی ہے جو بہت عطا کرنے والا ہے۔

اگر دعاؤں کی طرف توجہ نہیں ہوگی تو شیطان مختلف طریقوں سے، مختلف راستوں سے آکر ورغلاتا رہے گا اور اس سے اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے بغیر نہیں بچا جاسکتا، جیسے کہ میں پہلے بیان کرتا آرہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہی بات کرتا ہے جو پیشگی اس سے دعائیں مانگے اور جس پر اس کی رحمت ہو اور یہ رحمت اس وقت اور بھی بہت بڑھ جاتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہوجائے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 12 دسمبر 2003ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 6 فروری 2004ء)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو ایک جنت نظیر گھر اور ایک جنت نظیر معاشرہ بنانے کی توفیق دے آمین۔

(روزنامہ الفضل لندن۔ 2 ستمبر 2020ء)

پھیلا ہے نور آپؐ کا قریہ بہ قریہ

مکرم محمد مقصود منیب صاحب

پھیلا ہے نور آپؐ کا قریہ بہ قریہ کُو بہ کُو
دنیا کا حسن آپؐ ہیں آپؐ ہیں دیں کی آبرو

صل علی نبینا صلی علی محمد
صل علی محمد صل علی محمد

شاہا! پناہا! دلبرا! محبوب ربی مصطفیٰؐ
خندہ جبین وگل بدن، رشکِ اِرم اے خوش گُلو

صل علی نبینا صلی علی محمد
صل علی محمد صل علی محمد

گنگ ہزار ہوگئے بلبل سبھی تھے دم بخود
شاعر ادیب چپ ہوئے آپؐ کی سُن کے گفتگو

صل علی نبینا صلی علی محمد
صل علی محمد صل علی محمد

تابِ جمال ہے کسے؟ تابِ جلال ہے کسے؟
عاشق ہو یا کوئی عدو، کس کو مجال رُو بہ رُو

صل علی نبینا صلی علی محمد
صل علی محمد صل علی محمد

مبدء ہیں نور وحسن کا، عشق کا بحرِ بے کراں
آپؐ بہادر و جری شرمندہ تر ہیں جنگ جُو

صل علی نبینا صلی علی محمد
صل علی محمد صل علی محمد

چہرہ بہ چہرہ، دل بہ دل، نورِ نظر ہے جاں بہ جاں
عشق وجنوں کی داد میں حسنِ جنانِ خوب رُو

صل علی نبینا صلی علی محمد
صل علی محمد صل علی محمد

قلزمِ حسن وصحبتِ کامل کی جب خبر اُڑی
مہکے ہیں سب مشامِ جاں دل میں جوشِ آرزُو

صل علی نبینا صلی علی محمد
صل علی محمد صل علی محمد

نازل ہوئے آپؐ ابھی میرے دلِ بے تاب پر
لفظ ہے جیسے مشک بُو مہکا ہوا ہوں مُو بہ مُو

صل علی نبینا صلی علی محمد
صل علی محمد صل علی محمد

صحیح نماز ادا کرنے کا طریق

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’نماز پڑھو اور تدبر سے پڑھو اور ادعیہ ماثورہ کے بعد اپنی زبان میں دعائیں مانگنی مطلق حرام نہیں ہے۔ جب گدازش ہو تو سمجھو کہ موقع دیا گیا ہے۔ اس وقت کثرت سے مانگو اس قدر مانگو کہ اس نکتہ تک پہنچو کہ جس سے رقت پیدا ہو جاوے۔ یہ بات اختیاری نہیں ہوتی خدا تعالیٰ کی طرف سے ترشحات ہوتے ہیں۔ اس کوچہ میں اوّل انسان کو تکلیف ہوتی ہے مگر ایک دفعہ چاشنی معلوم ہوگی تو پھر سمجھے گا۔ جب اجنبیت جاتی رہے گی اور نظارہ قدرتِ الٰہی دیکھ لے گا تو پھر پیچھا نہ چھوڑے گا۔ قاعدہ کی بات ہے کہ تجربہ میں جب ایک دفعہ ایک بات تھوڑی سی آجاوے تو تحقیقات کی طرف انسان کی طبیعت میلان کرتی ہے۔ اصل میں سب لذّات خدا تعالیٰ کی محبت میں ہیں۔‘‘

(ملفوظات۔ایڈیشن 1988ء، جلد 2، صفحہ 631)

شعبہ تربیت جماعت احمدیہ کینیڈا

برتھ ڈے یا ڈے آف ریمائنڈر

Birthday or Day of Reminder

مکرم خالد محمود شرما صاحب، مسی ساگا

ہم نے جس ماحول میں آنکھ کھولی اور پرورش پائی وہاں برتھ ڈے منانے کا کوئی رواج نہیں تھا۔ ہم بھی اسی روایت کو حتی المقدور اپنے بچوں میں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ برتھ ڈے منانا چونکہ اس مغربی معاشرے کا ایک لازم وملزوم جزو ہے اس لئے اسکولوں اور ملازمتوں میں اس کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ اپنی برتھ ڈے تو ویسے یاد نہیں رہتی مگر جب دوسرا کوئی برتھ ڈے ''وِش'' wish کر بیٹھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ زندگی بند مٹھی سے ریت کی مانند پھسلتی جاتی ہے اور ایک وقت آئے گا کہ یہ فانی جسم مٹی کے ڈھیر میں تبدیل ہوجائے گا۔ یہ دنیا ایک پردیس کی طرح ہے جہاں انسان کچھ عرصے کے لئے آتا ہے اور پھر کبھی نہ آنے کے لئے اپنے اصل دیس کو سدھار جاتا ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس لمحہ کے لئے ہر لمحہ تیار رہتے ہیں۔

انسانی ارتقاء کے مراحل

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ اے لوگو! اگر تم جی اٹھنے کے بارہ میں شک میں مبتلا ہو تو یقیناً ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا تھا پھر نطفہ سے پھر لوتھڑے سے پھر گوشت کے ٹکڑے سے جسے خاص تخلیقی عمل یا عام تخلیقی عمل سے بنایا گیا تاکہ ہم تم پر (تخلیق کے راز) کھول دیں۔ اور ہم جو چاہیں رحموں کے اندر ایک مقررہ مدت تک ٹھہراتے ہیں پھر ہم تمہیں ایک بچے کے طور پر نکالتے ہیں تاکہ پھر تم اپنی بلوغت کی عمر کو پہنچو۔ اور تم ہی میں سے وہ ہے جس کو وفات دے دی جاتی ہے اور تم ہی میں سے وہ بھی ہے جو ہوش وحواس کھودینے کی عمر تک پہنچایا جاتا ہے تاکہ علم حاصل کرنے کے بعد کلیتہً علم سے عاری ہو جائے۔

(ترجمہ بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ۔ سورۃ الحج 6:22)

موت کو یاد رکھو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لذتوں کو مٹانے والی چیز یعنی موت کا کثرت سے ذکر کیا کرو۔

(جامع ترمذی۔ ابواب الزہد، باب فی ذکر الموت)

ایک شخص نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی کہ مجھے نماز میں لذت نہیں آتی فرمایا کہ:

''موت کو یاد رکھو۔ یہی سب سے عمدہ نسخہ ہے۔ دنیا میں انسان جو گناہ کرتا ہے اس کی اصل جڑ یہی ہے کہ اس نے موت کو بھلا دیا ہے جو شخص موت کو یاد رکھتا ہے وہ دنیا کی باتوں میں بہت تسلی نہیں پاتا لیکن جو شخص موت کو بھلا دیتا ہے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور اس کے اندر طول امل پیدا ہو جاتا ہے وہ لمبی لمبی امیدوں کے منصوبے اپنے دل میں باندھتا ہے۔''

(ملفوظات جلد پنجم۔ ایڈیشن 1988ء، صفحہ 243-244)

حساب کے لائق شئے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''افسوس اس کو موت یاد نہیں ہے۔ موت کیا دُور ہے۔ جس کی پچاس برس کی عمر ہو چکی ہے اگر وہ زندگی پالے گا تو وہ چار برس اور پالے گا یا زیادہ سے زیادہ دس برس اور آخر مرنا ہوگا۔ موت ایک یقینی شئے ہے جس سے ہرگز ہرگز کوئی بچ نہیں سکتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ لوگ روپیہ پیسہ کے حساب میں ایسے غلطاں پیچاں رہتے ہیں کہ کچھ حد نہیں مگر عمر کا حساب کبھی بھی نہیں کرتے۔ بدبخت ہے وہ انسان جس کو عمر کے حساب کی طرف توجہ نہ ہو۔ سب سے ضروری اور حساب کے لائق جو شئے ہے وہ عمر ہی تو ہے۔ ایسا نہ ہو کہ موت آجائے اور یہ حسرت لے کر دنیا سے کوچ کرے۔''

(ملفوظات۔ جلد اول۔ ایڈیشن 1988ء، صفحہ 427)

عالم بقا ہی اصل جگہ ہے

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''ہم میں سے ہر ایک نے خواہ کوئی بھی ہو دنیا کو ایک دن چھوڑنا ہے مگر پھر بھی ہم اس طرح سے چمٹے رہتے ہیں جیسے بچہ ماں سے۔ اور ہرگز الگ ہونا نہیں چاہتے یہاں تک کہ ہم کو زبردستی اور اکثر اوقات خلافِ مرضی اس سے الگ کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اگر موت نہ ہوتی تو ہم اپنے بڈھوں کو اور ناکارہ لوگوں کو شاید اپنے ہاتھوں سے قتل کرتے یا دنیا سے تنگ آجانے کی وجہ سے خودکشیاں کرتے پھرتے، دنیا کی زندگی اور اس کے دکھ آخر کار اس میں ہمارا رہنا دوبھر کر دیتے۔ پس خدا تعالیٰ کی کمال حکمت نے ہمارے لئے ایسا انتظام فرمایا کہ ہم خود ایک عمر کے بعد عالم دنیا سے اُکتانے لگتے ہیں۔ لیکن چونکہ دوسرا عالم بِن دیکھا ہوتا ہے اور شاید آخرت پر کامل یقین میسر نہیں ہوتا اور اپنے گناہوں کا ڈھیر سامنے نظر آتا ہے۔ اس لئے ہم کو دوسرے جہاں کی طرف انتقال کرتے ہوئے سخت ہچکچاہٹ محسوس ہوتی ہے حالانکہ عالم بقا ہی اصل جگہ ہے۔''

(مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ۔ جلد اول، یکے از مطبوعات شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی، صفحہ 85-86)

بے فکری کی حالت میں مزید زندگی نہیں گزارنی چاہیئے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

''پس یقین رکھیں کہ لازماً ایک خدا ہے جس نے آپ کو پیدا کیا ہے۔ آپ کو بے فکری کی حالت میں مزید زندگی نہیں گزارنی چاہئے۔ یہ جہالت ہے، لاعلمی ہے اور یاد رکھیں مرنا ضرور ہے۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ اگلے رمضان سے پہلے ہم سب لوگ زندہ رہیں گے۔ لازماً ہم میں سے وہ معین لوگ موجود ہیں جو اس وقت اس خطبے میں حاضر ہیں مگر بعید نہیں کہ ان کو اگلا خطبہ بھی نصیب نہ ہو، بعید نہیں کہ اگلے مہینے کے خطبے نصیب نہ ہوں یا نمازیں نصیب نہ ہوں اگلے سال کی بات تو بہت دُور کی بات ہے۔ پس اس پہلو سے خدا تعالیٰ نے جو یہ توجہ دلائی شروع میں کہ تم نے مرنا ہے، پیش ہونا ہے یہ خیال آپ کو تقویت بخشے گا اور نیکی کے ارادے کرنے میں آپ کی مدد کرے گا۔ جب موت کا وقت آجائے گا پھر کچھ نہیں ہو سکے گا اور سب پر آنا ہے۔ اس لئے وہ لوگ جو دنیا کی زندگی سے خوش ہیں وہ سوچ کر تو دیکھیں کہ جب موت کا وقت آئے گا تو ایسی بے قراری ہو

گی کہ کچھ پیش نہیں جائے گی۔ وہ چاہیں گے کہ ہم واپس ہوں تو پھر کچھ کریں لیکن اللہ تعالیٰ اس خیال کو رد فرمادے گا اور یہ ساری زندگی ہاتھ سے نکل جائے گی اور دار لجزاء آگے لامتناہی سامنے کھڑا ہوگا۔''

(ہفت رزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔28 مارچ 1997ء، صفحہ 9)

کسی نے عمر کا نسخہ نہیں لکھا

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ مورخہ 08 دسمبر 2017ء میں فرماتے ہیں:

اس دنیاوی زندگی کے سامانوں اور اس کی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے ایک مجلس میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:

''کہ یہ زندگی تو بہرحال ختم ہو جائے گی کیونکہ یہ برف کے ٹکڑے کی طرح ہے خواہ اس کو کیسے ہی صندوقوں اور کپڑوں میں لپیٹ کر رکھو لیکن وہ پگھلتی ہی جاتی ہے۔''

(آپؑ نے برف کے ساتھ زندگی کی یہ مثال دی کہ اسی طرح کم ہوتی جاتی ہے۔)

فرماتے ہیں کہ:

''اسی طرح پر خواہ زندگی کے قائم رکھنے کی کچھ بھی تدبیریں کی جاویں لیکن یہ سچی بات ہے کہ وہ ختم ہوتی جاتی ہے اور روز بروز کچھ نہ کچھ فرق آتا ہی جاتا ہے۔ دنیا میں ڈاکٹر بھی ہیں، طبیب بھی ہیں مگر کسی نے عمر کا نسخہ نہیں لکھا۔''

(کوئی یہ نسخہ لکھ کے نہیں دے سکتا کہ ہمیشہ انسان زندہ رہے گا یا اتنی عمر ہوگی)

آپؑ فرماتے ہیں:

''جب لوگ بڈھے ہو جاتے ہیں پھر ان کو خوش کرنے کو بعض لوگ آجاتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ابھی تمہاری عمر کیا ہے؟''

(تھوڑی سی عمر ہے۔ ساٹھ ستر برس کی عمر ہے۔ یہ بھی کوئی عمر ہوتی ہے اس قسم کی باتیں کرتے ہیں لیکن یہ سب عارضی باتیں ہیں۔)

آپؑ فرماتے ہیں کہ:

''انسان عمر کا خواہش مند ہو کر نفس کے دھوکوں میں پھنسا رہتا ہے۔ دنیا میں عمریں دیکھتے ہیں کہ ساٹھ کے بعد تو قویٰ بالکل گداز ہونے لگتے ہیں۔ بڑا ہی خوش قسمت ہوتا ہے جو اسی یا بیاسی تک عمر پائے اور قویٰ بھی کسی حد تک اچھے رہیں ورنہ اکثر نیم سودائی سے ہو جاتے ہیں۔ اسے نہ تو پھر مشورہ میں داخل کرتے ہیں۔''

(یعنی دوسرے لوگ پھر اس سے مشورہ بھی نہیں لیتے)

''اور نہ اس میں عقل اور دماغ کی کچھ روشنی باقی رہتی ہے۔ بعض وقت ایسی عمر کے بڈھوں پر عورتیں بھی ظلم کرتی ہیں کہ کبھی کبھی روٹی دینی بھی بھول جاتے ہیں۔''

(گھر والوں کا بھی بعض دفعہ بعض لوگوں سے اچھا سلوک نہیں ہوتا۔)

آپؑ فرماتے ہیں کہ:

''مشکل یہ ہے کہ انسان جوانی میں مست رہتا ہے اور مرنا یاد نہیں رہتا۔''

(اور اسی طرح جو بااختیار انسان ہوتا ہے وہ اس کو سمجھتا ہے کہ ہمیشہ یہی حالت رہنی ہے۔)

آپؑ فرماتے ہیں کہ:

''بُرے بُرے کام اختیار کرتا ہے اور آخر میں جب سمجھتا ہے تو پھر کچھ کر ہی نہیں سکتا۔ غرض اس جوانی کی عمر کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔''

(ماخوذ از ملفوظات جلد 3، ایڈیشن 1985ء، صفحہ 422-425۔ بحوالہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔29 دسمبر 2017ء، صفحہ 5-6)

حرفِ آخر

ہر برتھ ڈے تو محض ایک ری مائنڈر reminder ہوتی ہے کہ اے غافل انسان! زندگی کے حساب کا وقت، زندگی کے قرض کی ادائیگی کا وقت قریب آتا جا رہا ہے۔ اس لئے برتھ ڈے منانے کے لئے نہیں، سوچنے کے لئے ہوتی ہے کہ:

اے ہمارے رب! تو نے اس (عالم) کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ تو (ایسے بے مقصد کام کرنے سے) پاک ہے۔ پس تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ (اور ہماری زندگی کو بے مقصد ہونے سے بچالے) (سورۃ آل عمران 3:192)

بقیہ از اعلانات

☆ مکرم عبدالرحمٰن نیازی صاحب

03 نومبر 2020ء کو مکرم عبدالرحمٰن نیازی صاحب Buffalo امریکہ میں 85 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن.

06 نومبر کو مسجد بیت الحمد مس ساگا میں نماز جمعہ کے بعد مکرم صادق احمد صاحب مربی سلسلہ مس ساگا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اور اگلے روز 07 نومبر کو گیارہ بجے بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں دفن ہوئے اور قبر تیار ہونے کے بعد دعا ہوئی۔

آپ نیک صالح، صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار اور دعا گو بزرگ تھے۔ آپ کو جماعت میں مختلف حیثیتوں سے خدمات بجا لانے کی توفیق ملی۔ مرحوم کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ بشریٰ نیازی صاحبہ، ایک بیٹا مکرم مبارک احمد نیازی صاحب یوکے، سات بیٹیاں محترمہ زیدہ نیازی صاحبہ یوکے، محترمہ راشدہ شبیر صاحبہ جرمنی، محترمہ عابدہ محمود صاحبہ امریکہ، محترمہ منصورہ تاثیر صاحبہ، محترمہ مبارکہ کھوکھر صاحبہ محترمہ ماجدہ جونیجو صاحبہ، ہلٹن نیاگرا، محترمہ طلعت بشریٰ محمود صاحبہ کویت یادگار چھوڑی ہیں۔

☆ محترمہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ

03 ستمبر 2020ء کو محترمہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم مبارک محمود پانی پتی صاحب مرحوم احمدیہ ابوڈ آف پیس 80 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن.

مرحومہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت ڈاکٹر عبدالرحیم دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔

مرحومہ کی وفات کا اعلان احمدیہ گزٹ کینیڈا اکتوبر 2020ء میں شائع ہوا تھا۔ احباب نوٹ فرمالیں۔

یاد رہے کہ حکومت کینیڈا کے جملہ قواعد وضوابط اور سماجی فاصلے کی شرائط کو برقرار رکھتے ہوئے نماز ہائے جنازہ اور قبرستان میں تدفین کے مواقع پر صرف چند اعزہ واقارب نے ہی شرکت کی۔

ادارہ مذکورہ بالا مرحومین کے تمام پسماندگان سے دلی تعزیت کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اِن مرحومین کے لواحقین اور عزیزوں کو صبر جمیل بخشے۔ اور اُن کی نیکیوں اور خوبیوں کو جاری وساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اُن کے ساتھ مغفرت اور بخشش کا سلوک فرمائے۔ آمین۔

استاذی المحترم پروفیسر چوہدری محمد علی مضطر عارفی

چند یادیں چند باتیں

ہدایت اللہ ہادی ایڈیٹر احمدیہ گزٹ کینیڈا

جماعت احمدیہ کی یہ نابغہ روزگار شخصیت ہمہ جہت پہلوؤں پر مشتمل بلکہ بعض اعتبار سے منفرد بھی تھی۔ ایک شفیق اور ہمدرد استاد، قابلِ منتظم، ماہر باسکٹ بال کوچ، فلسفی، مفکّر، دانشور، اعلیٰ پائے کا شاعر اور ادیب، زبان و بیان کا استاد، فنِ ترجمہ میں یکتا، لطیف احساس کا مالک، جذبات اور احساسات کا بحرِ بے کراں، سیمابی کیفیت سے بھرپور، ڈانٹ ڈپٹ اور پیار ومحبت کا حسین امتزاج، دوستوں کا دوست، صادقُ الوعد، پیکرِ عجز وانکسار، مجسمۂ اخلاص و وفا، بحرِ یقین وایمان، ریاکاری سے یکسر پاک، نرم خُو، نرم زبان، خوب رُو، خوش بیان، خوش مزاج، خوش لباس، خیر خواہِ انسانیت، نیک اور پاک سیرت انسان، محبتوں کے سفیر، ہر خلافت کے ساتھ ایک تیز رو طغیانی کی شکل اختیار کرنے والا جوہرِ نایاب، خلافتِ احمدیہ کی ایک زندہ تاریخ جس کی زندگی کا مقصدِ وحید خلافت کی جاں نثاری اور کامل اطاعت تھا۔ آخر اُن کے بارہ میں کوئی لکھے تو کیا لکھے اور کیسے لکھے!

دُور دراز شہروں اور دیہات سے غریب گھرانوں کے بچے تعلیم الاسلام کالج ربوہ آتے تو ہوسٹل میں قیام کرتے۔ ان میں بعض غیر از جماعت بچے بھی ہوتے تھے۔ چوہدری صاحب ہوسٹل کے نگران اعلیٰ تھے۔ آپ تمام طلبا سے محبت وشفقت سے پیش آتے اور ہر ایک کی ضروریات اور عزتِ نفس کا خیال رکھتے۔ آپ کی ہمہ گیر پدرانہ شفقت نے ایسے ایسے گوہر نایاب پیدا کئے جو ہم سب کے لئے قابلِ رشک ہیں۔ دو یا چار سال کے مختصر عرصہ میں اُن طلبا میں سے بعض میں نہ صرف علمی، اخلاقی اور تربیتی انقلاب رونما ہوا بلکہ وجد آفریں روحانی تبدیلی بھی پیدا ہوئی اور انہوں نے دین ودنیا میں ہر جگہ خوب نام پیدا کیا۔ اس کی ایک مثال ہم سب کے مکرم ومحترم ملک لال خاں صاحب ہیں جو حافظ آباد سے ربوہ حصولِ تعلیم کے لئے آئے تھے۔ ابتدا میں غیر احمدی طلبا کی نمازوں میں امامت کراتے تھے لیکن تعلیم الاسلام کالج میں دو سالہ قیام کے دوران سلسلہ کے لٹریچر کے مطالعہ اور ربوہ کے ماحول کے بغور مشاہدہ اور چوہدری محمد علی صاحب کے حُسنِ خلق اور پدرانہ شفقت سے متاثر ہو کر بڑی سبک رفتاری کے ساتھ ظلمت سے نور کا سفر طے کیا اور احمدیت کی برکات سے مالا مال ہو کر آج جماعت احمدیہ کینیڈا کے امیر ہیں۔

چوہدری صاحب سے عاجز کی پہلی ملاقات تعلیم الاسلام کالج میں 1962ء میں ہوئی اور پھر یہ عشق ووفا، مہر ومحبت اور رواداری کا سلسلہ تا دمِ حیات جاری رہا۔ ابتدائی زمانہ ہی سے رسالہ المنار کی مجلس ادارت میں شمولیت کی وجہ سے ہر رسالہ کی تیاری کے موقع پر چوہدری محمد علی صاحب سے کلام عطا کرنے کی درخواست کرتا تو بڑے خوبصورت انداز میں فرماتے: ابھی نہیں، پھر کبھی سہی۔ میں عرض کرتا: کوئی مضمون ہی عنایت فرما دیں تو کہتے: ابھی کچھ لکھنے کا مُوڈ نہیں بن رہا۔ مرتا کیا نہ کرتا عاجز نے اک مردِ خدا سے رابطہ کیا اور اُن سے چوہدری صاحب کی ایک نظم حاصل کر کے رسالہ میں شائع کر دی۔ بس پھر کیا تھا میری شامت آ گئی۔ خاکسار کو طلب کیا اور فرمایا: آپ کو میری یہ نظم کس نے دی ہے؟ عرض کیا: سر! یہ ایک امانت ہے، میں امانت میں خیانت نہیں کر سکتا۔ فرمایا: نہ کریں مگر یہ تو بتا دیں کہ میری اجازت کے بغیر نظم شائع کیوں کی، یہ صحافت کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے۔ میں کالج میں نو وارد، طفلِ مکتب مجھے کیا معلوم کہ صحافت کس بلا کا نام ہے۔ میں نے دست بستہ معافی مانگی۔ آپ چند لمحے خاموش رہے اور پھر فرمایا: آئندہ میری اجازت کے بغیر میرا کلام المنار میں شائع نہیں کرنا۔ میں نے عرض کیا: جی بہت بہتر! ایسا ہی ہوگا لیکن اس کے باوجود میں نے چوہدری صاحب کی شفقت ومحبت میں کبھی کمی محسوس نہیں کی۔ جب ملے بہت ہی پیار سے ملے، حال احوال دریافت کیا، اپنائیت کا سلوک روا رکھا، ہمیشہ دعاؤں سے نوازا اور پڑھائی پر توجہ مرکوز رکھنے کی نصیحت فرمائی۔

کالج میں باسکٹ بال کے میچز ہوتے تو گراونڈ کھچا کھچ بھر جاتی۔ چوہدری صاحب باسکٹ بال کے سرخیل ہوتے۔ دوست احباب اور ناظرین سے مبارک بادیں وصول کرتے کرتے تھک جاتے۔ آپ ہر شخص سے مسکرا کر ملتے اور اس کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی فرماتے، ان کامیابیوں اور کامرانیوں پر عجز وانکسار کا اظہار کرتے اور فرماتے کہ یہ سب خلافت کی برکت ہے، اس میں میری کسی کوشش کا کوئی دخل نہیں۔

عاجز کو 1967ء میں تعلیم کی غرض سے کراچی جانا پڑا۔ پھر میں وہیں کا ہو کر رہ گیا۔ اسّی کی دہائی میں احمدو بیلو یونیورسٹی نائیجیریا کے سینٹر فار اسلامک لیگل سٹڈیز میں ملازم ہو گیا۔ موسمی تعطیلات میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے لندن میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو حضور نے عاجز کو جامعہ احمدیہ ربوہ میں اصولِ تحقیق پر لیکچرز دینے کا حکم دیا۔ جب عاجز جامعہ گیا تو چوہدری صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ آپ اُن دنوں جامعہ میں انگریزی کے پروفیسر اور صدرِ شعبہ تھے۔ اب چوہدری صاحب کے ہوتے ہوئے عاجز کو لیکچر دینے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ گھبراہٹ اور بے چینی کا عالم تھا۔ چوہدری صاحب ہال میں بیٹھے ہوئے تھے، خود سٹیج پر تشریف لائے اور عاجز کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ آپ نے اپنے دیرینہ تعلقات کا حوالہ دیا اور جو کلمات ارشاد فرمائے انہیں ضبطِ تحریر میں لانا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔

کراچی اور نائیجیریا میں چوہدری صاحب سے بدستور رابطہ میں رہا اور خط وکتابت کا یہ سلسلہ دیر تک جاری رہا۔ کینیڈا آنے کے بعد بھی آپ سے خط وکتابت رہی۔ عاجز اِن سے وقتاً فوقتاً اپنے ذاتی معاملات میں بھی ہدایات اور رہنمائی لیتا رہا۔

ستمبر 1995ء میں معلوم ہوا کہ چوہدری صاحب ٹرانٹو تشریف لا رہے ہیں۔ اس موقع پر احبابِ جماعت عام طور پر اور تعلیم الاسلام کالج کے پرانے طلبا خصوصاً خوشی سے پھولے نہیں

سمار ہے تھے۔ اُس وقت کے امیر و مشنری انچارج، مولانا نسیم مہدی صاحب، جنرل سیکرٹری مکرم ملک لال خاں صاحب اور دیگر طلبا نے آپ کا شایانِ شان استقبال کیا۔

امر واقع یہ ہے کہ چوہدری صاحب کا کینیڈا میں ورودِ مسعود، سجاد احمد ملک کی ذاتی لگن اور قلبی تعلق کا رہینِ منّت تھا جس کے لئے ہم سب اِن کے شکر گذار ہیں اور ممنونِ احسان بھی۔

ٹرانٹو میں آپ کا قیام احمدیہ ابوڈ آف پیس کے گیسٹ ہاؤس میں تھا۔ قیام کے دوران کم وبیش ہر روز ایک بار مشن ہاؤس تشریف لے جاتے اور دوست احباب سے ملاقات کا سلسلہ دیر تک جاری رہتا۔ ان میں بعض غیر از جماعت دوست بھی ہوتے۔

میاں ضمیر احمد صاحب جو کہ برادرز کلب، لاہور کے روحِ رواں تھے اور بعد میں باسکٹ بال فیڈریشن کے عہدیدار بھی رہے غیر از جماعت ہونے کے باوجود آپ سے ملنے کے لئے آئے۔ اسی طرح پولیس کے ایک دوست کئی سال تک پاکستانی ٹیم کے رکن رہے، اپنے ایک بیٹے کے ہمراہ چوہدری صاحب سے ملاقات کے لئے تشریف لائے تو اپنے بیٹے سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: بیٹا! یہ ہیں چوہدری محمد علی! انہیں ہمیشہ یاد رکھنا۔ ایسے لوگ دنیا میں بہت کم پیدا ہوتے ہیں۔

کینیڈا میں چوہدری صاحب کا قیام ایک ماہ تک رہا۔ ان ایام میں آپ کو ٹرانٹو کے مختلف سیاحتی مقامات بشمول نیاگرا فال، سی این ٹاور، رائل انٹاریو میوزیم، ٹرانٹو آئی لینڈ، لیک انٹاریو وغیرہ کی سیر کرنے کا موقع ملا۔ ڈاؤن ٹاؤن میں میٹرو ٹرانٹو ریفرنس لائبریری بھی گئے۔ عموماً ان کے ہمراہ دوست احباب، ساتھی اور شاگرد ہوتے جن میں سرفہرست مکرم ملک لال خاں صاحب اور مکرم پرویز پروازی صاحب تھے۔ باقی دوستوں میں سجاد ملک، عبدالحمید حمیدی، کلیم اللہ فیضی، طارق ظہور، میاں ضمیر احمد صاحب اور راقم الحروف شامل تھے۔

کِنگسٹن گئے۔ کچھ دیر قیام کیا۔ وہاں سے آٹواہ گئے۔ مکرم اشرف سیال صاحب کے ہاں قیام کیا۔ جماعت کی کوئی تقریب تھی، اس میں شرکت کی۔ وہیں مختلف احباب سے ملاقات ہوئی۔ عبدالبصیر حیؔ بھی چوہدری صاحب سے ملے۔ پرانی یادیں تازہ کیں۔ آپ نے آٹواہ کے مختلف تاریخی اور تفریحی مقامات بھی دیکھے۔ بہت خوش ہوئے اور زیرِ لب حسنِ کائنات اور عجائباتِ عالم کی تعریف کرتے رہے۔

آٹواہ سے مانٹریال تشریف لے گئے اور جماعت احمدیہ مانٹریال کے صدر پروفیسر بشارت احمد صاحب کے ہاں قیام فرمایا تو ان کے دونوں بیٹوں عزیزان فرحان، ریحان اور محترمہ فردوس بشارت صاحبہ نے بڑی خدمت کی۔ انہوں نے چوہدری صاحب کے اعزاز میں ایک ظہرانہ کا اہتمام کیا جس میں مجلس عاملہ مانٹریال کے احباب شریک ہوئے۔ اس موقع پر کسی سوال کے جواب میں چوہدری صاحب نے خاص طور پر 1974ء کے تاریخی اور ایمان افروز واقعات بیان کئے۔ اس کے بعد چوہدری صاحب مشن ہاؤس گئے، نماز ادا کی اور مختلف دوستوں سے ملاقات کی۔ نماز کے بعد آپ نے مانٹریال کے تاریخی اور قابل دِید مقامات کی سیر کی۔ آپ فرنچ کینیڈین بُو دوباش اور رہن سہن دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

کینیڈا میں قیام کے دوران مولانا نسیم مہدی صاحب، مکرم ملک لال خاں صاحب اور مکرم مولوی عبدالعزیز بھامبڑی صاحب سے چوہدری صاحب کی خصوصی ملاقاتیں ہوتی رہیں اور مہر و محبت کا یہ سلسلہ دیر تک جاری رہتا۔ مولوی صدرالدین کھوکھر صاحب آف کراچی بھی گیسٹ ہاؤس میں ان سے ملنے کے لئے آئے۔ جو جو دوست گیسٹ ہاؤس میں ملاقات کے لئے آتے سب سے بڑی محبت اور احترام سے ملتے۔ اُن کی خاطر مدارت اور مہمان نوازی کا خصوصی انتظام کیا جاتا رہا۔ اللہ تعالیٰ اُن سب خدمت گزاروں کو اجرِ عظیم عطا فرمائے جو اُن دنوں چوہدری صاحب کی میزبانی پر مامور تھے۔

چوہدری صاحب کی دلی خواہش تھی کہ سلیم صدیقی صاحب مرحوم کے بچوں سے ملا جائے۔ چنانچہ ارشاد کی تعمیل میں علم و ادب کی مایہ ناز شخصیت ڈاکٹر نزہت صدیقی صاحبہ سے ملاقات کا اہتمام کیا گیا۔ آپ ایک زمانہ میں دارالصدر غربی ربوہ میں قیام پذیر تھیں۔ ان کے شوہر سلیم صدیقی صاحب جماعت احمدیہ کینیڈا کے ابتدائی جنرل سیکرٹری تھے۔ یہ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے ایک ہونہار، لائق اور فائق طالب علم تھے۔ چوہدری صاحب کا مرحوم سے بھی بڑا قریبی اور گہرا تعلق تھا۔ ڈاکٹر نزہت صدیقی سے ملاقات کے دوران بہت سی پرانی باتیں اور یادیں شیئر کیں۔ اور دیگر حال احوال دریافت کیا تو بعض لمحے ایسے بھی آئے کہ آپ آبدیدہ ہوگئے۔ بالآخر چلتے ہوئے ایک عدد لفافہ ان کے بچوں کے ہاتھ میں تھمایا، بچوں کو پیار کیا، ڈھیروں دعائیں دیں اور پُرنم آنکھیں، کپکپاتے اونٹوں کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے۔

ماضی کی یادوں کا ذکر کرتے ہوئے چوہدری صاحب نے فرمایا کہ بزرگوارم مولانا ارجمند خاں صاحب کی قبر پر دعا کے لئے چلیں چنانچہ ہم انہیں یارک قبرستان لے گئے۔ جیسے ہی مولانا کی قبر پر پہنچے چوہدری صاحب پر تو گویا سکوت طاری ہوگیا۔ آپ نے بہت لمبی دعا کی، جذبات سے مغلوب ہوگئے یہاں تک کہ ہونٹ کپکپانے لگے اور رومال آنسوؤں سے تر ہوگیا۔ چشمِ پُرنم سے بے ساختہ فراق گورکھپوری کا یہ شعر پڑھا اور ہچکی بندھ گئی:

اب یادِ رفتگان کی بھی ہمّت نہیں رہی
یاروں نے کتنی دُور بسائی ہیں بستیاں

یہ ایک عجیب منظر تھا چوہدری صاحب کی قلبی کیفیت اور مولانا سے آپ کے دیرینہ تعلقات کا!!

اپنے قیام کے دوران چوہدری صاحب نے سجاد ملک، وسیم احمد چوہدری، کلیم اللہ فیضی، خاکسار اور بعض دوسرے گھرانوں کو رونق بخشی، اُن کے اہلِ خانہ اور بچوں سے بہت محبت اور پیار سے ملے اور انہیں ڈھیروں دعائیں دیں۔

سید ظہیر احمد شاہ صاحب کے اصرار پر آپ چند روز کے لئے کیلگری بھی تشریف لے گئے۔ یاد رہے کہ ظہیر شاہ صاحب تعلیم الاسلام کالج باسکٹ بال ٹیم کے اُن نامور کھلاڑیوں میں سے ہیں جنہیں چوہدری صاحب کی اعلیٰ تربیت، شفقت و محبت، دعاؤں اور خلافت کی برکت سے پاکستان نیشنل باسکٹ بال ٹیم میں پاکستان کی نمائندگی کرنے موقع ملا۔ چوہدری صاحب کو ظہیر شاہ صاحب سے ایک خاص قلبی تعلق تھا۔ انہوں نے کیلگری میں آپ کی سیر و تفریح کا پورا اہتمام کیا اور دوستوں اور طلبا سے مہر و محبت کی یادیں تازہ کرنے کے مواقع فراہم کئے۔

چوہدری صاحب کو سجاد ملک سے ایک دیرینہ قلبی تعلق تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب اگست 1995ء میں سجاد ملک کے سب سے بڑے بیٹے عزیزم وقاص کی ولادت ہوئی تو چوہدری صاحب نے ایک نہایت خوبصورت دعائیہ نظم تحریر فرمائی جو اُن ہی دنوں احمدیہ گزٹ کینیڈا میں شائع ہوئی۔ چوہدری محمد علی صاحب کے اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی یہ نظم سجاد ملک کے پاس اب تک محفوظ ہے۔

تحدیثِ نعمت اور تبرک کے طور پر چوہدری صاحب کے

دستِ مبارک سے لکھی ہوئی دعائیہ نظم کا عکس درج ذیل ہے۔

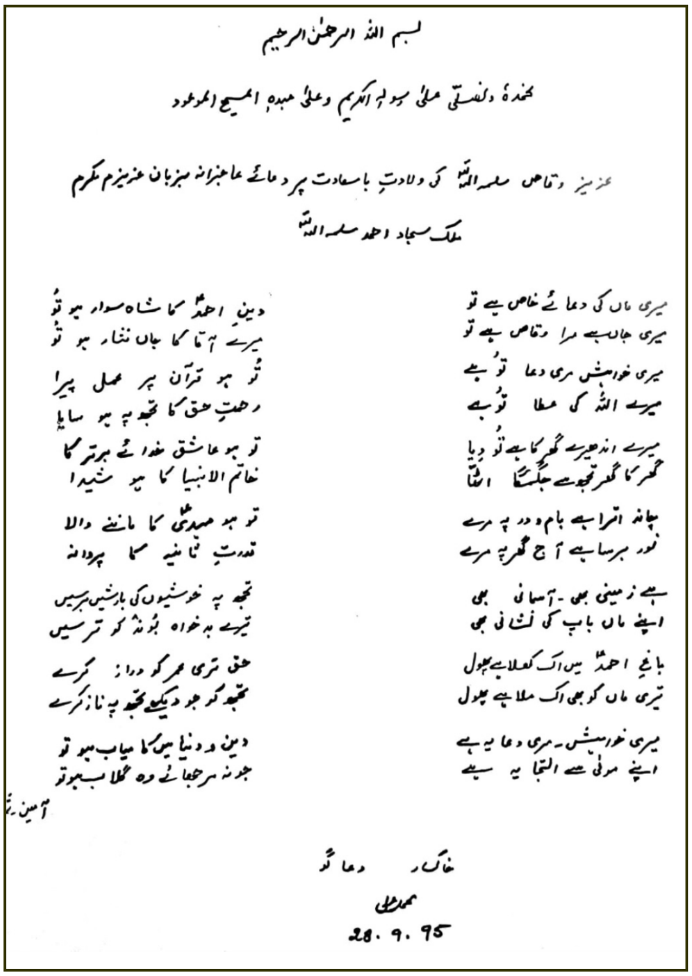

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

عزیز وقاص سلمہ اللہ کی ولادتِ باسعادت پر دعائے عاجزانہ بزبان عزیزم مکرم
ملک سجاد احمد سلمہ اللہ

میری ماں کی دعائے خاص ہے تو
میری جان ہے مرا وقاص ہے تو

میری خواہش مری دعا تُو ہے
میرے اللہ کی عطا تُو ہے

میرے اندھیرے گھر کا ہے تُو دیا
گھر کا گھر تجھ سے جگمگا اٹھا

چاند اترا ہے بام و در پہ مرے
نور برسا ہے آج گھر پہ مرے

ہے زمینی بھی۔ آسمانی بھی
اپنے ماں باپ کی نشانی بھی

باغِ احمدؑ میں اک کھلا ہے پھول
تیری ماں کو بھی اک ملا ہے پھول

میری خواہش۔ مری دعا یہ ہے
اپنے مولیٰ سے التجا یہ ہے

دینِ احمدؐ کا شاہ سوار ہو تُو
میرے آقا کا جاں نثار ہو تُو

تُو ہو قرآن پر عمل پیرا
رحمتِ حق کا تجھ پہ ہو سایا

تو ہو عاشق خدائے برتر کا
خاتم الانبیا کا ہو شیدا

تو ہو مہدیؑ کا ماننے والا
قدرتِ ثانیہ کا پروانہ

تجھ پہ خوشیوں کی بارشیں برسیں
تیرے بدخواہ بُوند کو ترسیں

حق تری عمر کو دراز کرے
تجھ کو جو دیکھے تجھ پہ ناز کرے

دین و دنیا میں کامیاب ہو تو
جو نہ مرجھائے وہ گلاب ہو تو

آمین

خاکسار دعا گو
محمد علی
28.9.95

سجاد ملک نے تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی باسکٹ بال ٹیم سے کھیل کا آغاز کیا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں غیر معمولی ترقی کرتے ہوئے حبیب بنک کی ٹیم میں شمولیت کا موقع پایا۔ وہ کہتے ہیں کہ اُن کی تمام کامیابیاں اور کامرانیاں چوہدری صاحب کے اخلاص ومحبت اور دعاؤں کی ہی مرہونِ منت ہیں۔

سجاد ملک اور یہ عاجز ان دنوں احمدیہ ابوڈ آف پیس کی پانچویں منزل میں رہتے تھے۔ ہم چوہدری صاحب کی ذاتی دلچسپی اور تفریحِ طبع کے لئے انہیں باسکٹ بال کی ویڈیوز لا کر دکھاتے۔ چوہدری صاحب یہ ویڈیوز دیکھ کر بہت لطف اندوز ہوتے۔ ہم رات دیر تک چوہدری صاحب کے ساتھ احمدیہ ابوڈ آف پیس کے گیسٹ ہاؤس میں وقت گزارتے۔ بات سے بات نکلتی تو ماضی کے دریچے وا ہوتے چلے جاتے۔

چوہدری صاحب ایک بلند مرتبہ شاعر تھے۔ اس کے باوجود نام ونمود اور کلام کی اشاعت سے ہمیشہ گریزاں رہے۔ ٹرانٹو کے قیام کے دوران بہ ہزار منت عاجز نے چوہدری صاحب کو اس بات پر آمادہ کرلیا کہ وہ اپنا قلمی مسودہ مجھے عطا فرمادیں تا کہ اسے کمپیوٹر پر ٹائپ کرکے آپ کی خدمت میں پیش کیا جاسکے۔ میں نے وعدہ کیا کہ آپ کا کلام ایک مقدس امانت کے طور پر میرے پاس محفوظ رہے گا، اس کا کوئی حصہ شائع ہوگا نہ آپ کی طرف سے کسی مشاعرہ میں پڑھ کر سنایا جائے گا۔ چوہدری صاحب نے مجھ پر اعتماد کیا اور اپنی متاعِ عزیز یعنی قلمی دیوان عاجز کو عنایت فرمادیا۔ میں نے بھی پوری کوشش کی کہ چوہدری صاحب کے ساتھ کئے ہوئے وعدہ کی کوئی وعدہ خلافی نہ ہو۔

یہ وہ زمانہ تھا جب اردو کے لئے سرخاب نامی سافٹ ویئر نیا نیا آیا تھا اور اس میں بہت سی خامیاں تھیں۔ چوہدری صاحب اسے ’سرخاب کا پَر‘ کہتے تھے۔ بہرحال عاجز نے اُس سرخاب پر چوہدری صاحب کا پورا دیوان ٹائپ کیا اور ٹائپ شدہ مسودہ ساتھ ساتھ چوہدری صاحب کی خدمت میں وکالتِ تصنیف ربوہ بھجواتا رہا۔ چوہدری صاحب ترامیم، اضافوں اور بعض اصلاحات کے ساتھ اسے واپس بھجواتے رہے اور خاکسار حتی المقدور ان کے ارشادات کی تعمیل کرتا رہا۔

افسوس صد افسوس! 5 جنوری 2017ء کو ہمارا گھر اچانک آگ کی لپیٹ میں آ گیا جس کی وجہ سے دیگر سامان کے ساتھ کتب، رسائل وجرائد اور ذاتی خطوط آگ کی نذر ہوگئے۔ اس آگ نے چوہدری صاحب کے ساتھ برسوں کی خط وکتابت بھی تلف کردی جس کا مجھے بے حد صدمہ ہے۔ افسوس! محبتوں کے وہ اوراق اب صرف یادوں کا خزانہ بن کر رہ گئے ہیں۔

جلسہ سالانہ برطانیہ 1991ء کے موقع پر چوہدری صاحب لندن تشریف لے گئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صبح کی سیر کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔ سیر کے دوران حضورؒ نے آپ سے آپ کے اشعار کی فرمائش کی۔ سننے کے بعد حضورؒ نے فرمایا کہ اپنا کلام مجھے بھجوادیں، میں خود اس کو شائع کرواؤں گا اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی آپ کو اپنے ایک مکتوب میں فرمایا: شاید آپ کو یاد ہو ربوہ میں ایک دو دفعہ آپ سے عرض کی تھی کہ اپنا شعری مجموعہ شائع کروائیں لیکن آپ طبعی عاجزی کی وجہ سے کچھ نہ کچھ عذر پیش فرمادیا کرتے تھے۔ آخر کار خدا خدا کر کے آپ کے اردو، فارسی اور پنجابی کلام کا کچھ حصہ ”اشکوں کے چراغ“ کے نام سے منظرِ عام پر آ ہی گیا اور حسبِ توقع مقبولیت کی بلندیوں کو چھونے لگا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ شعرائے احمدیت کے کلام میں ”اشکوں کے چراغ“ کو منفرد حیثیت حاصل ہے۔ بی بی سی لندن سے چوہدری صاحب کے متعلق طاہر عمران کا ایک تاریخی تبصرہ پندرہ اگست 2015ء کو نشر ہوا جو آپ کے بلند ادبی مرتبہ کی غمازی کرتا ہے۔

کینیڈا میں قیام کے دوران چوہدری صاحب کے اعزاز میں ایک شعری نشست کا اہتمام کیا گیا جس میں دیگر شعرائے کرام نے بھی شرکت کی لیکن آپ کا کلام سب سے زیادہ پسند کیا گیا۔ آپ کا اندازِ بیان نرالا تھا اور متبسم چہرہ سے شعروں کی ادائیگی نے محفل کو چار چاند لگا دئے۔ بلا کا حافظہ تھا، طبیعت میں عجیب حسِ مزاح تھی، خوبصورت لطائف آپ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے رہتے تھے۔ ظرافتِ طبع کی وجہ سے بات ایسے بیان کرتے کہ ساری مجلس کو کشتِ زعفران بنا دیتے۔

جیسے ہی ”اشکوں کے چراغ“ منصۂ شہود پر آیا چوہدری صاحب نے اس کا ایک نسخہ غیر معمولی شفقت ومحبت، شکر وامتنان اور دعائیہ کلمات سے بھرپور ایک خط کے ساتھ عاجز کو بھجوایا۔ وہ میرے لئے چوہدری صاحب کا ایک انمول تحفہ تھا۔ میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے حق میں اُن کی ساری دعائیں قبول فرمائے۔

یکم اگست 2010ء کو میں ربوہ گیا تو چوہدری صاحب سے ملاقات کے لئے وکالتِ تصنیف میں حاضری دی اور ملاقات کی اجازت چاہی۔ آپ نے میری آواز سن لی چنانچہ اپنے آفس سے ہی قدرے بلند آواز میں فرمانے لگے: کینیڈا سے کون آیا ہے؟ آواز جانی پہچانی لگتی ہے۔ اپنے کمرہ سے باہر تشریف لائے، جناح کیپ، ململ کی سفید قمیص اور سفید شلوار زیبِ تن تھی۔ فرمایا: ”یہ تو اپنے ہادی صاحب ہیں!“ آفس کے کوئی کارکن وہاں کھڑے تھے۔ ان سے فرمانے لگے: جانتے ہو یہ کون ہیں؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا تو چوہدری صاحب فرمانے لگے: ”یہ وہی ہادی صاحب ہیں جو میری

نظمیں ٹائپ کروا کر بھجواتے تھے اور ہم انہیں ترامیم اور اضافوں کے بعد واپس بھجواتے تھے۔ تبدیلیوں کے بعد ہادی صاحب ہی ہمارا کلام ہمیں واپس بھجواتے تھے۔ بہت ہی پیاری شخصیت ہیں۔'' اس تعارف کے بعد چوہدری صاحب مجھے اپنے دفتر میں لے گئے اور بہت خاطر مدارت کی ۔ آپ نے نہ صرف اہلِ خانہ کی خیریت دریافت کی بلکہ کینیڈا کے بعض دوستوں کے بارہ میں بھی دریافت فرماتے رہے۔ ان کی مہمان نوازی، لب ولہجہ ،سادگی ، محبت اور شفقت مجھے آج تک یاد ہے۔ باوجود میرے منع کرنے کے عاجز کو رخصت کرنے کے لئے چلچلاتی دھوپ میں تحریک جدید کے بیرونی گیٹ تک چھوڑنے کے لئے آئے۔ اللہ ! اللہ ! کیا شفقت تھی! کیا محبت تھی!

زمانہ طالب علمی میں آپ کی سب سے پہلی نظم جو ایک نجی محفل میں آپ کی زبان سے سنی وہ'' تنہائی'' تھی۔ اس کا صوتی آہنگ آج تک کانوں میں گونجتا ہے۔ یہ دل کی گہرائیوں میں ڈوبی ہوئی اور طلمساتی اثر رکھنے والی ایک طویل نظم تھی:

دیدہ و دل میں گھول رہے ہیں درد کے اوقیانوس
مجبوروں کے ایشیا اور مزدورں کے رُوس
تنہائی میں جل اُٹھے ہیں یادوں کے فانوس
یاد کی جوت جگائی
تنہائی ، تنہائی

(اشکوں کے چراغ، صفحہ 20)

عجیب اتفاق ہے ہم نے چوہدری صاحب کو گرمی ہو یا سردی ہمیشہ کالی عینک لگائے دیکھا۔ ایک بار آپ ہوسٹل کے آفس میں خوشگوار موڈ میں بیٹھے تھے۔ ہم نے عرض کیا: آپ ہمیشہ کالی عینک کیوں پہنتے ہیں؟ فرمانے لگے: آپ بھی تو کالی عینک لگاتے ہیں۔ یہ جواب سن کر ہم نے چُپ سادھ لی۔ تھوڑی دیر توقف فرمایا اور کہنے لگے: آپ پنجابی زبان جانتے ہیں؟ عرض کیا: کیوں نہیں ۔ ربوہ میں ہی پلا بڑھا ہوں۔ فرمانے لگے: لگتا تو نہیں۔ میں نے آپ کو کبھی پنجابی بولتے سنا نہیں۔ خیر بات آگے بڑھی۔ دوست احباب نے پُرزور فرمائش کی کہ'' کالی عینک'' سنائیں۔ آپ نے بڑے خوبصورت انداز میں یہ نظم سنائی۔ کلامِ شاعر بزبانِ شاعر کا لطف ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ امر واقع یہ ہے کہ آپ کی نظم کچھ اس طرح زبان زدِ عام ہوئی کہ چوہدری صاحب کی پہچان بن گئی اور اکثر اس کی فرمائش کی جانے لگی۔ اس کے دو شعر ملاحظہ فرمائیں۔

اَکّھاں دی رکھوالی رکھ
عینک بھانویں کالی رکھ
اِکّو یار نال یاری رکھ
دشمن پینتی چالی رکھ

(ایضاً۔ صفحہ 559)

چوہدری صاحب کی ایک مشہور پنجابی نظم کا ایک شعر

میں سورج ادھی رات دا، مرے برفاں چار چوفیر
مری اگ تاں اگے بجھ گئی ، مرا نُور نہ میتھوں کھو

(ایضاً۔ صفحہ 562)

میں نے چوہدری صاحب سے عرض کیا: بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے یہ نظم اپنے صاحبزادے اعجاز سلمہ کے فراق میں لکھی ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ بات مجھ سے نہ پوچھتے تو اچھا تھا!!۔ عاجز نے معافی چاہی اور بات کوئی اور رُخ اختیار کر گئی۔

آپ کی نظم'' آدھی رات'' اپنی مقبولیت میں خاص درجہ رکھتی ہے۔ چوہدری صاحب بڑے شوق، محبت اور دل کی گہرائی سے اسے سنایا کرتے تھے۔ یاد رہے یہی نظم اشکوں کے چراغ کے سرورق پر چوہدری صاحب کی تصویر کے ساتھ شائع ہوئی ہے اور اس کے دو اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

جاگ اے شرمسار! آدھی رات
اپنی بِگڑی سنوار آدھی رات
یہ گھڑی پھر نہ ہاتھ آئے گی
باخبر، ہوشیار! آدھی رات

(ایضاً۔ صفحہ 5)

چوہدری صاحب کی خوبصورت اور سحر انگیز شاعری میں غیر معمولی تنوّع پایا جاتا ہے۔ آپ نے قدیم اردو (ریختہ) کے استعمال سے اپنی غزلوں کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اس کی ایک مثال درج ذیل ہے، ذرا ملاحظہ فرمائیں:

ہم نے جب دو چار غزلیں گائیاں
اَور گہری ہو گئیں گہرائیاں
ہجر کی شب کیسی کیسی صورتیں
ہم سے تنہائی میں ملنے آئیاں
ہم کو جنّت سے نہ دوزخ سے غرض
ہم ہیں تیرے نام کی سودائیاں
اب کوئی حسرت نہیں ، تیری قسم!
ہم نے منہ مانگی مرادیں پائیاں

(ایضاً۔ صفحہ 29، 30)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے انتخابِ خلافت کے بعد ایک بہت ہی خوبصورت نظم ارشاد فرمائی جو طلسمِ ہوشربا ہے۔ اس کے دو اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

جس حسن کی تم کو جستجو ہے
وہ حُسن ازل سے باوضو ہے
اللہ اور رسول کے بعد
واللہ کہ آج تو ہی تو ہے

(ایضاً۔ 73، 74)

چوہدری صاحب علم وادب ، اخلاص و وفا اور حُسنِ مزاح کا شاہکار تھے۔ یہ ایک حقیقت ہے جو کوئی ان سے ملتا اسے محسوس ہوتا گویا چوہدری صاحب سب سے زیادہ محبت اسی سے کرتے ہیں۔ بلاشبہ چوہدری صاحب سراپا پیار تھے، سراپا شفقت تھے، ایک مسحور کن شخصیت کے مالک تھے۔ اُن کی باتیں، اُن کی یادیں ، اُن کا اندازِ بیان، اُن کا تبسم، ان کی محویت، ان کی سوچ اور ان کے ساتھ گزارے ہوئے لمحے برسوں کا انمول خزانہ ہیں۔

وہ ایک عظیم انسان تھے۔ اول و آخر علم و فضل کے شیدائی، عجز وانکسار کے پیکر، مجسم محبت و شفقت اور نیک و پارسا جو تیرہ اگست 2015ء کو ایک بھرپور زندگی گزار کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو گئے۔
كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ o وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ o

کتنے خوش نصیب تھے چوہدری محمد علی صاحب جن کی نماز جنازہ میں شمولیت کے لئے ہزاروں لوگ دُور دراز شہروں سے ربوہ آئے تھے۔ پھر جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر اکیس اگست 2015ء کو خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ کی 71 سالہ طویل خدمات کا ذکر فرمایا اور نمازِ جنازہ غائب بھی پڑھائی جس میں ملکوں ملکوں سے آئے ہوئے ہزارہا لوگوں نے شرکت کی۔ بلاشبہ یہ ایک عالمگیر جنازہ غائب تھا۔ اللہ انہیں غریقِ رحمت فرمائے اور اُن کے ساتھیوں اور شاگردوں کو اُن کے اوصافِ حمیدہ سے وافر حصہ عطا فرمائے۔ آمین

مولانا نسیم مہدی صاحب، چوہدری صاحب (گیسٹ ہاؤس)

مولوی عبدالعزیز بھامڑی صاحب، چوہدری صاحب (گیسٹ ہاؤس)

مولوی صدرالدین کھوکھر صاحب، چوہدری صاحب (احمدیہ ابوڈ آف پیس کاریڈور)

ملک لال خاں صاحب، چوہدری صاحب (بوائڈ پارک)

پروازی صاحب، چوہدری صاحب (نیاگرافال)

سجاد ملک، چوہدری صاحب (گیسٹ ہاؤس)

ملک لال خاں صاحب، طارق ظہور، کلیم اللہ فیضی، چوہدری صاحب، میاں ضمیر احمد صاحب، ہدایت اللہ ہادی، عبدالحمید حمیدی (نیاگرافال)

عبدالحمید حمیدی، طارق ظہور، چوہدری صاحب، ہدایت اللہ ہادی، میاں ضمیر احمد صاحب، ملک لال خاں صاحب، کلیم اللہ فیضی (نیاگرافال)

سجاد ملک، طارق ظہور، کلیم اللہ فیضی، چوہدری صاحب، میاں ضمیر احمد صاحب، ہدایت اللہ ہادی، عبدالحمید حمیدی (نیاگرافال)

کیمبرج، انٹاریو کی مسجد بیت الکریم کے لئے مربی سلسلہ کا تقرر اور مقامی میڈیا

محمد اکرم یوسف نمائندہ خصوصی

خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ گذشتہ نصف صدی سے کینیڈا میں سرگرم عمل ہے اور اب تو تقریباً ہر شہر میں اِس جماعت کی تنظیم کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے، جماعت احمدیہ واٹرلو ریجن بھی طویل عرصہ سے جماعتی سرگرمیوں میں پیش پیش ہے اور کینیڈا میں گذشتہ چالیس سال سے سب سے بڑی بین المذاہب کانفرنس منعقد کروانے کا امتیاز رکھتی ہے۔ 2006ء میں جماعت احمدیہ کیمبرج اور اس کے قرب وجوار کی آبادیوں نے کیمبرج شہر میں ایک نہایت موزوں عمارت خرید کر اسے مسجد کی شکل میں آراستہ کرلیا۔ اور مارچ 2019ء میں ایک خوبصورت تقریب میں افتتاح کے ساتھ ہی مسجد بیت الکریم شہریوں کی دلچسپی کا مرکز بن گئی۔

ستمبر 2020ء کی صبح واٹرلو جماعت کے لئے ایک نیا سورج طلوع ہوا جب مسجد بیت الکریم کے لئے ایک کل وقتی واقفِ زندگی، مربی سلسلہ کا تقرر عمل میں آیا ہے۔ جماعت احمدیہ واٹرلو میں اُن کی آمد سے ایک نیا ولولہ اور جوش پیدا ہو گیا ہے۔ مکرم مربی صاحب نے اپنی گرم جوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں اپنی پہلی باقاعدہ تقرری پر بے حد پرجوش ہوں۔ اور واٹرلو ریجن میں کام کرنے کے لئے ہمہ تن تیار ہوں۔

مکرم فاطر محمود احمد صاحب مربی سلسلہ نے حال ہی میں جامعہ احمدیہ کینیڈا کے سات سالہ پروگرام کے دوران سخت محنت سے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد افریقہ، برطانیہ اور پاکستان میں مشنری امور کی تربیت حاصل کی۔

مکرم فاطر محمود احمد صاحب برطانیہ میں پیدا ہوئے اور وینکوور برٹش کولمبیا میں پرورش پائی جہاں انہوں نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اپنی نوعمری میں آپ نے مذہبی مقابلہ جات میں سرگرمی سے حصہ لیا اور متعدد ایوارڈز حاصل کئے۔ آپ نے موازنۂ مذاہب، روحانیات اور اسلامی فقہ کا مطالعہ کیا۔ نوجوانوں کے معاشرتی مسائل کے نقطۂ نظر سے ذہنی تندرستی، منشیات کا غلط استعمال اور بے گھر افراد کے موضوع ان کی خصوصی دلچسپی کا محور ہیں۔ آپ اِس ریجن کے مقامی عقائد اور انسان دوست نظریات رکھنے والے گروہوں کے ساتھ مل کر بین المذاہب ہم آہنگی کو تقویت دینے کا عزم رکھتے ہیں اور عام اخلاقی اقدار اور تمام مذاہب کی پُرامن تعلیمات کو بنیاد بنا کر آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ کے فضل ورحم کے ساتھ مکرم مربی صاحب واٹرلو ریجن کے تین انٹرویوز مقامی ریڈیو پر نشر ہوئے۔ جن کی اجمالی تفصیل درج ذیل ہے۔

یکم اکتوبر 2020ء کی صبح کے پروگرام میں سی بی سی کچنر کے ایف۔ایم۔89.1 ریڈیو کے میزبان Craig Norris نے مسجد بیت الکریم کیمبرج میں ایک کُل وقتی مربی سلسلہ کے تقرری کا تذکرہ کیا اور اِس خبر کو سی بی سی ریڈیو کی ویب سائٹ کی خبروں میں بھی شامل کیا۔ اِس طرح سے یہ خبر ہزاروں افراد تک پہنچی۔

تین اکتوبر 2020ء کو کچنر اور واٹرلو کے CBC ایف۔ایم۔98.5 ریڈیو نے اپنے معروف پروگرام Cross Culture Radio Show میں محترم مربی صاحب، سیکرٹری کمیونیکیشن ڈاکٹر عمران احمد صاحب اور مکرم نبیل رانا صاحب آرگنائزر ورلڈ ریلیجنز کانفرنس کے ساتھ ایک گھنٹہ کا پروگرام کیا۔ جس کی میزبان محترمہ جہان صابری تھیں انہوں نے جماعت احمدیہ کی سرگرمیوں، موجودہ حالات میں سالانہ بین المذاہب کانفرنس کے انعقاد پر گفتگو کی اور محترم مربی صاحب کو مسجد بیت الکریم میں خوش آمدید کہتے ہوئے ان سے تفصیلی انٹرویو کے دوران آئندہ لائحہ عمل پر گفتگو کی۔

15 اکتوبر 2020ء کو سی بی سی کچنر کے ایف۔ایم۔89.1 ریڈیو سے ایک بار پھر Craig Norris نے اپنے صبح کے پروگرام میں ایک فیچر نشر کیا جس میں ہمارے مربی صاحب کے ہمراہ ایک عیسائی راہب اور یہودی ربی مذاکرہ کے پینل میں شامل تھے۔ تینوں قائدین نے کرونا وائرس کے مذاہب پر اثرات کا احاطہ کیا اور اِس وباء کے دوران مختلف مذاہب کے لوگوں کی روحانی اقدار کا جائزہ لیا۔

جیسے ہی حالات سازگار ہوتے ہیں مسجد بیت الکریم میں مکرم مربی صاحب کے لئے ایک باقاعدہ تعارفی تقریب اور اوپن ہاوس کا اہتمام کیا جائے گا۔ جس کی اطلاع احباب جماعت کو کر دی جائے گی۔

احباب جماعت دعا کریں اللہ تعالیٰ مکرم فاطر محمود صاحب مربی سلسلہ کے تقرر سے جماعت احمدیہ واٹر کی تعلیم وتربیت اور تبلیغی امور میں کامیابیوں اور کامرانیوں کے سامان پیدا فرمادے۔ اور افرادِ جماعت کو بھی اِن سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

مکرم فاطر محمود احمد صاحب

مکرم ڈاکٹر عمران احمد صاحب

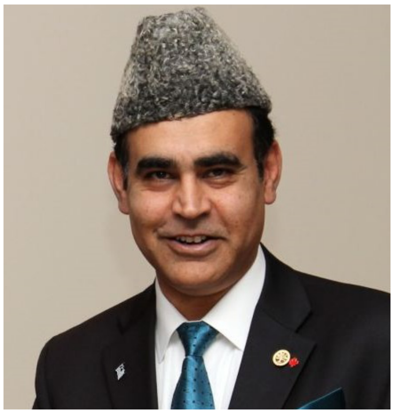
مکرم رانا نبیل احمد صاحب

جماعت احمدیہ کینیڈا کے نہایت مخلص اور دیرینہ خادم سلسلہ وقف کی روح سے سرشار

مکرم کمانڈر (ر) چوہدری محمد اسلم صاحب وفات پا گئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ.

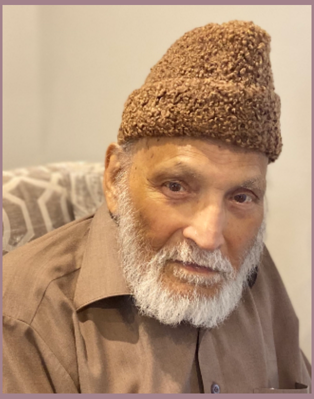

مکرم کمانڈر (ر) چوہدری محمد اسلم صاحب

انتہائی افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ ہمارے نہایت ہی پیارے ہر دلعزیز دعا گو بزرگ مکرم کمانڈر (ر) محمد اسلم چوہدری صاحب ایڈیشنل سیکرٹری بیت الاسلام مشن ہاؤس کینیڈا 2 نومبر 2020ء کو 91 سال کی عمر پا کر اِس دارِفانی سے رخصت ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ.

وان شہر میں جب مسجد بیت الاسلام نئی نئی تعمیر ہوئی تو اُس وقت بسوں کی آمد و رفت کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا۔ جب بھی کوئی مشن ہاؤس میں آتا تو سیڑھیاں چڑھتے ہی استقبالیہ سے گزرنے کے بعد دو انتہائی شفیق و مخلص انصار انتہائی مستعدی، جانفشانی اور جاں نثاری کے ساتھ مصروفِ عمل نظر آتے تھے۔ ان میں سے ایک ہمارے نہایت ہی پیارے محترم کمانڈر (ر) محمد اسلم چوہدری صاحب مرحوم تھے۔ ان کی پہچان یہ تھی کہ ان کے عقب میں ہومیو پیتھک دوائیوں کی الماریاں سجی ہوئی تھیں، الماریوں کے اوپر ایک تختی پر جلی حروف میں قرآنی آیت یہ اعلان کر رہی تھی: وَاِذَا مَرِضۡتُ فَهُوَ يَشۡفِيۡنِ (سورۃ الشعرا 26:81) اور سامنے کرسیوں پر مریض اپنی باری کا انتظار کرتے نظر آتے تھے۔ اگر مریض نہیں ہیں تو آپ فون پر کینیڈا میں نئے آنے والے کسی دوست کو شہر سے مسجد کا راستہ سمجھا رہے ہیں یا رشتہ ناطہ کی کسی فائل میں کوائف درج کر رہے ہیں۔ پھر بہت بعد کو تمام دفاتر ایوانِ طاہر میں منتقل ہو گئے۔

آپ حسبِ معمول صبح اپنی کار پر احمدیہ ابوڈ آف پیس سے تین چار رضا کاروں کو اپنے ساتھ لاتے جو بیت الاسلام مشن ہاؤس کے مختلف دفاتر میں خدمات بجالاتے اور پھر انہیں بڑی باقاعدگی سے احمدیہ ابوڈ آف پیس واپس لے جاتے۔ اور یہ سلسلۂ خدمت برسوں تک جاری رہا۔ اور جو لوگ اس کام سے واقف ہیں انہیں معلوم ہے کہ یہ کام باقاعدگی سے کرنا کوئی آسان امر نہیں ہے۔ لیکن ان کی زبان سے کبھی شکوہ و شکایت نہیں سنا بلکہ اپنے ساتھیوں کی مجبوریوں، قدرے تاخیر اور انتظار وغیرہ کا بھی خیال رکھتے اور ان سے ہمیشہ شفقت کا سلوک فرماتے۔

جب صبح ایوانِ طاہر آتے تو ٹورانٹو سٹار کا مطالعہ کرتے اور رسالہ ٹائم کی ورق گردانی کرتے۔ کمپیوٹر پر تازہ ترین ای میلز دیکھتے محترم امیر صاحب کی اور دیگر کام کاج کی ڈائری کا جائزہ لیتے اور حسب توفیق بڑی ترتیب اور تنظیم کے ساتھ تمام کاموں کو نبھاتے۔ گزشتہ ایک سال سے مکرم کمانڈر صاحب کی صحت کمزور ہو گئی تھی لیکن جب بھی ملاقات ہوتی وہی تازگی، وہی وارفتگی، چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ اور شگفتگی، دھیما اندازِ گفتگو، مخلصانہ مشورے، بے لوث اخلاص و محبت یہ سب ہم کیسے بھلا سکتے ہیں!!

ادارہ احمدیہ گزٹ کینیڈا کے ساتھ ایک خاص قسم کی محبت اور شفقت تھی جب کوئی رسالہ آتا یا کوئی خبر کسی اخبار میں شائع ہوتی تو ادارہ کو مطلع کرتے۔ رسائل و جرائد شیئر کرتے۔ موازنہ مذاہبِ عالم جیسے ہی آتا فوراً گزٹ کو عطا کرتے۔ بلکہ الفضل لندن بھی ادارہ کے نام جاری کروا دیا۔ تاکہ ممکن حد تک ادارہ کو آسانی ہو سکے۔ اسی طرح بعض دوسری سٹیشنری وغیرہ کی فراہمی میں ادارہ کی معاونت فرماتے۔ جب بھی اُن کے دفتر میں جاتے کچھ نہ کچھ خاطر تواضع کے لئے ضرور پیش کرتے۔ یہ ان کی محبت اور شفقت کا مخصوص انداز تھا۔ گزٹ کی منظوری کے لئے محترم امیر صاحب سے ملاقات کے لئے اگر ان کی خصوصی شفقت نہ ہوتی تو شاید گزٹ کی بروقت اشاعت ناممکن ہو جاتی۔ ایک سے زائد بار محترم امیر صاحب کے دفتر جاتے اور ہمارے لئے ڈائری میں کوئی نہ کوئی وقت گزٹ کی منظوری کے لئے مخصوص کروا لیتے۔ وفات سے چند ہفتے قبل بھی دو تین مرتبہ فون کیا اور آواز بہت مضمحل تھی۔ بس انجام بخیر کی دعا کی تحریک کرتے تھے۔

مکرم کمانڈر صاحب جنوری 1929ء میں گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ 1947ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اور اسی سال مارچ میں گوجرانوالہ میں ہندو مسلم فسادات کی وجہ سے قادیان منتقل ہو گئے جہاں اُن کے بڑے بھائی مکرم پروفیسر محمد صفدر چوہان صاحب تعلیم الاسلام کالج قادیان میں ریاضی پڑھاتے تھے۔ آپ قادیان سے ہجرت کر کے کینال پارک لاہور میں رہائش پذیر ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد مکرم کمانڈر صاحب تعلیم الاسلام کالج لاہور کے ابتدائی اور تاریخی طالب علموں میں سے تھے۔

1948ء میں موسم تعطیلات میں فرقان فورس میں خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ دو ماہ تک محاذ پر دشمنوں کے ساتھ صف آرا ہونے کا موقع ملا۔ اس وقت فوج کے کمانڈر ان چیف جنرل گریسی کی طرف سے آپ کو مجاہدِ کشمیر کی سند ملی۔ اس طرح کشمیر کی جنگِ آزادی میں میڈل بھی ملا۔

1951ء میں گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ 1953ء میں پنجاب یونی ورسٹی لاہور سے ایم ایس سی فزکس کی ڈگری حاصل کی۔ 1956ء پاکستان نیوی میں کمیشن حاصل کیا۔ اور 32 سال تک بحری فوج میں خدمات انجام دیتے رہے۔ اور اپنے پیارے وطن کی بحری حدود کے دفاع کا اعزاز پایا۔ 1988ء میں پاکستان نیوی سے سبک دوش ہوئے۔ آپ جے پور، انڈیا کے وزیر مالیات مکرم راجہ علی محمد صاحب کے داماد تھے جو بعد میں ناظر بیت المال قادیان کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اور مکرم شیخ منیر احمد صاحب شہید امیر جماعت احمدیہ لاہور کے ہم زلف تھے جو ڈسٹرکٹ اور سیشن جج، کرپشن عدالت کے سربراہ اور احتساب عدالتوں کے مشیر تھے۔

یکم جولائی 1991ء کو کینیڈا تشریف لائے۔ ٹرانٹو میں جلسہ سالانہ کینیڈا میں شمولیت کے بعد ونی پیگ چلے گئے اور دو سال تک قیام پذیر رہے۔ وہاں پر آپ کی ملاقات مکرم مولانا نسیم مہدی صاحب امیر و مشنری انچارج جماعت احمدیہ کینیڈا اور مکرم مولانا مبارک احمد نذیر صاحب سے ہوئی اور ان کے صائب مشورہ پر عمل کرتے ہوئے 1992ء میں آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمتِ اقدس میں 'وقفِ عارضی' کی درخواست پیش کی جو حضورؒ نے ازرہ شفقت قبول فرمالی۔

ٹرانٹو آنے کے بعد آپ نے ’وقف بعد از ریٹائرمنٹ‘ کی درخواست پیش کی جسے حضورؒ نے ازراہِ شفقت قبول فرمالیا اور 15 ستمبر 1993ء کو بحیثیت ایڈیشنل سیکرٹری بیت الاسلام مشن ہاؤس تقرر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو مختلف حیثیتوں سے 28 سال تک خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔

مکرم امیر صاحب کی ڈاک، ارشادات، جماعتوں سے ان کی تعمیل، احباب جماعت اور غیر از جماعت دوستوں کی ملاقات کا پروگرام، ہومیوپیتھی کلینک کو چلانا، ادویات فراہم کرنا، بعدہ ہومیوپیتھ ڈاکٹروں کے دن اور اوقات کا تعین کرنا، ان کی ضروریات کا خیال رکھنا وغیرہ۔

نیشنل سیکرٹری جائیداد جماعت احمدیہ کینیڈا کی حیثیت سے وینکوور میں سکول کی خریداری، مشن ہاؤس کا قیام، سسکاٹون میں مشن ہاؤس کی خریداری، ٹرانٹو ایسٹ میں مسجد بیت الحنیف کی خریداری جو پہلے چرچ تھا، ہملٹن میں مشن ہاؤس کی خریداری جو پہلے چرچ تھا، مانٹریال میں چرچ کی خریداری اور مشن ہاؤس کا قیام وغیرہ کی توفیق ملی۔

سیکرٹری رشتہ ناطہ کے فرائض چھ سال تک نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے۔

احباب جماعت کی میرج رجسٹریشن کے لئے میرج آف رجسٹرار مکرم عبدالعزیز خلیفہ صاحب کے معاون کے طور پر 2019ء تک تمام دستاویزات کی دیکھ بھال کرتے۔ علاوہ ازیں نکاح فارم کی جانچ پڑتال اور ضروری امور کی تصدیق کے لئے جائزہ لیتے اور رہنمائی کرتے۔

ذیلی تنظیم مجلس انصاراللہ کینیڈا کے چھ سال تک قائد تجنید اور آٹھ سال تک رکن خصوصی رہے۔

نیشنل مجلس شوریٰ کے مواقع پر نمائندہ امیر مقرر ہوتے رہے۔

آپ نے بیت الاسلام مشن ہاؤس میں خدمتِ دین کے 28 سالہ سفر میں بے مثال اور بے نظیر اخلاص و محبت کی یادوں کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ نیک صالح، صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار، عجز وانکسار کے پیکر، صبر و استقلال کے مجسم، محنتی، فرض شناس، وقت کے پابند، نظم وضبط، سلیقہ شعار، خوش مزاج، خوش لباس، خلیق، ملنسار، اطاعت گزار، لوگوں کے رازوں کی امانتوں کے امین، سراپا محبت و اخلاص تھے۔ مکرم کمانڈر صاحب نے اس تمام عرصہ میں وقف کی حقیقی روح کے ساتھ مثالی نمونہ پیش کیا۔ خلافت اور نظام جماعت سے اخلاص اور وفاداری کے رشتہ میں کبھی آنچ نہ آنے دی اور مشن ہاؤس میں سراپا خدمت بن کر ہر دل میں اپنی جگہ بنائے رکھی۔ یوں تو پورے ٹرانٹو میں لاک ڈاؤن تھا۔ تاہم اپریل 2020ء میں کووڈ-19 وبا کی وجہ سے ایوان طاہر بند کر دیا گیا۔ اس وجہ سے ایوانِ طاہر میں اپنی جملہ ذمہ داریوں سے عہدہ براہ نہ ہوسکے اور اسی دوران طبیعت بھی زیادہ ناساز ہونے لگی اور دن بدن کمزور سے کمزور تر ہوتے گئے اور بالآخر 2 نومبر کو اپنی جان جانِ آفریں کے حضور پیش کر دی اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

3 نومبر 2020ء کو مسجد بیت الحمد مسی ساگا میں دو بجے مکرم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے اپنے دیرینہ رفیق کار کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے فوراً بعد میپل قبرستان میں تدفین عمل میں آئی اور محترم امیر صاحب نے ہی دعا کرائی۔

پس ماندگان میں بیوہ محترمہ آصفہ بیگم چوہدری صاحبہ جو علم وادب کے سفیر، پنجاب ٹیکسٹ بورڈ کے چیئرمین مکرم راجہ غالب احمد صاحب مرحوم کی ہمشیرہ ہیں۔ آپ کے تین صاحبزادے ہیں۔ سب سے بڑے مکرم مصاف داؤد صاحب ہلٹن نیاگرا ہیں جو جنرل سیکرٹری IAAAE ٹرانٹو ہیں۔ ان کی شادی محترمہ فائزہ احمد سید صاحبہ سے ہوئی جو مکرم بیرسٹر سید حمید احمد صاحب کی صاحبزادی ہیں۔ اور حضرت الحاج ڈاکٹر سید شفیع احمد محقق دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بیگم شفیع، قائداعظم محمد علی جناح کی دستِ راست اور مسلم لیگ کی معروف باپردہ خاتون کی پوتی ہیں۔ دوسرے بیٹے مکرم وددو احمد چوہدری صاحب نیوجرسی میں ہیں۔ آپ امریکہ کی الفرقان ٹیم کے ایک ہونہار لائق وفائق مخلص اور محنتی رکن ہیں جو کمپیوٹر پر قرآن کریم کی دسترست کو بہتر بنانے کے لئے کام کر رہے ہیں۔ ان کی شادی صاحبزادی محترمہ نصرت احمد صاحبہ سے ہوئی جو صاحبزادہ بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب کی بیٹی سے ہوئی۔ آپ قمرالانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوتی اور حضرت نواب مبارکہ بیگم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پڑنواسی ہیں۔ تیسرے بیٹے مکرم موعود چوہدری صاحب ہیں جو سیکرٹری امور خارجیہ امارت وان ایسٹ اور ہیومینٹی فرسٹ کینیڈا کے مخلص رضا کار ہیں۔ ان کی شادی محترمہ عطیہ احمد صاحبہ سے ہوئی جو ان کے چچا مکرم ڈاکٹر محمد زکریا طاہر صاحب آف برمنگھم یوکے کی صاحبزادی ہیں اور حضرت ڈپٹی میاں محمد شریف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پڑنواسی ہیں۔ آپ صدر لجنہ اماء اللہ وان ایسٹ کی نائبہ ہیں، اس سے قبل سات سال تک صدر رہ چکی ہیں۔ ان کے علاوہ بعض دیگر اعزاواقارب بھی مرحوم نے یادگار چھوڑے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مکرم کمانڈر صاحب مرحوم کے سب بچے اور بہوئیں بہت سعادت مند اور خدمت گزار ہیں۔ تینوں بیٹے جماعت احمدیہ کی خدمت سے وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی دینی خدمات کو اپنے فضل سے قبول فرمائے۔ آمین

ادارہ مکرم کمانڈر صاحب کی وفات کے موقع پر مرحوم کے تمام اعزاواقارب سے دلی تعزیت کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مکرم کمانڈر صاحب کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے بچوں کو ان کے اوصافِ حمیدہ سے وافر حصہ عطا فرمائے۔ آمین

اس نوٹ کی تیاری کے لئے جماعت احمدیہ کینیڈا کی تاریخ اور خودنوشت یادداشتوں سے مدد لی گئی۔ (ادارہ)

نعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مکرم عبدالکریم قدسی صاحب

تابشِ عشقِ محمدؐ ہے ملی جب سے مجھ کو
خوف آتا نہیں تاریکیٔ شب سے مجھ کو
لوگ مہتاب و کواکب سے کریں کسبِ ضیا
روشنی کی ہے طلب مہرِ عربؐ سے مجھ کو
میں خطا کار سہی پر ہوں ثناخوانِ رسولؐ
لوگ کیوں دیکھتے ہیں چشمِ غضب سے مجھ کو
صبحِ دیدار کی مل جائے ضیا بار کرن
ظلمتِ شب نے ہے گھیرا ہوا کب سے مجھ کو
حشر میں آپؐ کا ہی لطفِ شفاعت مانگوں
خلق پہچان تو لے حسنِ طلب سے مجھ کو
آپؐ کے در سے کہیں لوٹ نہ جاؤں خالی
بھیک بھی مانگنا آتی نہیں ڈھب سے مجھ کو
گر ملے مدحتِ حسانؓ کا پرتو قدسیؔ
کوئی شکوہ نہ رہے دستِ طلب سے مجھ کو

اعلانات

دعائے مغفرت

☆ محترمہ راضیہ بیگم صاحبہ

17 / اکتوبر 2020ء کو محترمہ راضیہ بیگم صاحبہ ڈرہم جماعت 85 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

19 / اکتوبر کو مسجد بیت الحمد مسی ساگا میں بارہ بجے مکرم محبوب الرحمٰن شفیق احمد صاحب مربی سلسلہ ڈرہم و مارکھم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اور اسی روز دو بجے نیشنل قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم مربی صاحب موصوف نے ہی قبر پر دعا کرائی۔

مرحومہ، میاں طاہر احمد سنوری صاحب مرحوم کی اہلیہ تھیں۔

محترمہ امۃ اللطیف سنوری صاحبہ کی سب سے بڑی صاحبزادی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت عبداللہ سنوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پڑپوتی تھیں۔

مرحومہ نیک صالحہ، صوم وصلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، ہمدرد و خیر خواہ، خلیق، ملنسار اور دعا گو خاتون تھیں۔ آپ کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ صدق و وفا کا گہرا تعلق تھا۔

مرحومہ نے پسماندگان میں ایک بیٹا مکرم فیصل جہانگیر صاحب ڈرہم، ایک بیٹی محترمہ زکیہ طاہر صاحبہ آسٹریلیا، تین بھائی مکرم منصور احمد صاحب ڈرہم، مکرم مبشر احمد صاحب یوکے، مکرم مظفر احمد صاحب جرمنی اور بہو محترمہ قانتہ عائشہ صاحبہ ڈرہم یادگار چھوڑے ہیں۔

☆ مکرم میاں عبدالرشید خالد صاحب

18 / اکتوبر 2020ء کو مکرم میاں عبدالرشید خالد صاحب ٹرانٹو ویسٹ جماعت 78 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

20 / اکتوبر کو مسجد بیت الحمد مسی ساگا میں بارہ بجے مکرم مولانا ہادی علی چوہدری صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اس کے بعد دو بجے نیشنل قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم عمران الحق بھٹی صاحب مربی سلسلہ ویسٹنے قبر پر دعا کرائی۔

آپ نیک صالح، صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار، خیر خواہ، خلیق، ملنسار، مہمان نواز تھے۔ مرحوم کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔

مرحوم نے پسماندگان میں چار بیٹے مکرم عبدالحمید صاحب آسٹریلیا، مکرم عبدالوحید صاحب، مکرم عبدالمجید صاحب ٹرانٹو ویسٹ، مکرم سعید احمد صاحب امریکہ اور دو بیٹیاں عائشہ صدیقی صاحبہ سوئٹزرلینڈ، محترمہ کوثر پروین صاحبہ وان ایسٹ یادگار چھوڑی ہیں۔

☆ محترمہ فرخ تاج منہاس صاحبہ

25 / اکتوبر 2020ء کو محترمہ فرخ تاج منہاس صاحبہ اہلیہ مرحوم مکرم چوہدری محمد اکبر بھٹی صاحب آف بھکو بھٹی، سیالکوٹ حال کراچی 91 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

27 / اکتوبر کو بہشتی مقبرہ دارالفضل ربوہ میں نماز جنازہ ادا کی گئی بعدہ قبرستان میں تدفین عمل میں آئی ہوئی اور دعا ہوئی۔

آپ 1929ء میں قادیان، انڈیا میں مکرم میاں غلام نبی خاں منہاس صاحب اور محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ کے ہاں پیدا ہوئیں۔ مرحومہ، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت حکیم محمد زمان عباسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نواسی تھیں۔

مرحومہ 2011ء میں کینیڈا تشریف لائیں اور امسال کے شروع میں کراچی گئیں اور وہیں وفات پاگئیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مرحومہ موصیہ تھیں۔ نیک صالحہ، صوم وصلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، ہمدرد و خیر خواہ، خلیق، ملنسار، مہمان نواز اور دعا گو خاتون تھیں۔ آپ کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ صدق و وفا کا گہرا تعلق تھا۔

مرحومہ نے پسماندگان میں چھ بیٹیاں محترمہ امۃ الباری صاحبہ یوکے، محترمہ شہناز اختر صاحبہ، محترمہ بشریٰ طارق صاحبہ، کینیڈا، محترمہ نویدہ مظفر صاحبہ کراچی، محترمہ فردوس اکبر صاحبہ، محترمہ فرحت حنیف صاحبہ جرمنی اور دو بھائی مکرم میاں مجید احمد خاں منہاس صاحب مانٹریال، مکرم میاں مبشر احمد خاں منہاس صاحب جرمنی یادگار چھوڑے ہیں۔ مکرم محمد محسن منہاس صاحب بریمپٹن اور مکرم خالد احمد منہاس صاحب مربی سلسلہ اسسٹنٹ جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ کینیڈا کی نانی تھیں۔

☆ عزیزہ باجوہ صاحبہ

27 / اکتوبر 2020ء کو عزیزہ باجوہ صاحبہ ولادت کے معاً بعد وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

30 / اکتوبر کو مسجد بیت الحمد مسی ساگا میں گیارہ بجے مکرم مظفر احمد باجوہ صاحب جامعہ احمدیہ کینیڈا نے اس معصوم بچی کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے فوراً بعد بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم باجوہ صاحب موصوف نے ہی دعا کرائی۔

یہ معصوم بچی مکرم عدنان احمد باجوہ صاحب اور محترمہ شاہدہ انجم باجوہ صاحبہ کی بیٹی تھیں۔

اللہ تعالیٰ اس بچی کی مغفرت فرمائے۔ ان کے والدین کو صبرِ جمیل کی توفیق بخشے اور انہیں نعم البدل عطا فرمائے۔

☆ مکرم چوہدری نورالدین احمد صاحب

29 / اکتوبر 2020ء کو چوہدری نورالدین صاحب San Deigo کیلئے فورنیا امریکہ میں 90 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت حاجی غلام احمد آف کریام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔

04 / نومبر کو مکرم ارشاد احمد ملہی صاحب مربی سلسلہ نے Thomas Miller Mortuery , Riverside کیلئے فورنیا میں نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد La Verne قبرستان میں قطعہ موصیان میں تدفین ہوئی اور مکرم ملہی صاحب نے ہی دعا کرائی۔

آپ نیک صالح، صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار، خلیق، ملنسار اور دعا گو بزرگ تھے۔ آپ کو جماعت میں مختلف حیثیتوں سے خدمات بجالانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ مرحوم کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔

مرحوم نے پسماندگان میں دو بیٹے مکرم ڈاکٹر رانا نعمان احمد صاحب Spokane امریکہ، مکرم رانا نبیل احمد صاحب، Kitchener اور ایک بیٹی محترمہ صدف اعجاز صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر اعجاز احمد صاحب San Deigo کیلئے فورنیا امریکہ اور بعض دیگر اعزا و اقارب یادگار چھوڑے ہیں۔

(باقی صفحہ 25)